REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA
AT NO. R. N. 51/57.
REGD. NO. P/GDP 3   PHONE NO. 35

وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

جلد ۲۹ — شمارہ ۴

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ترجمان!

سیرت النبی نمبر

۵ ربیع الاول ۱۴۰۰ ہجری

۲۴ صلح ۱۳۵۹ ہش ——— ۲۴ جنوری ۱۹۸۰ء

مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بلسان المسیح الموعود علیہ السلام

یا للفتیٰ ما حسنہ وجمالہ
واہ کیا ہی خوش شکل اور خوبصورت جوان ہے۔
ریّاہ یصبی القلب کالریحان
جس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح شیفتہ کر دیتی ہے

وجہ المہیمن ظاہر فی وجہہ
اس کے چہرے سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے
وشؤونہ لمعت بہذا الشان
اور اس کی شان میں خدا کی شان نمایاں ہے۔

فلذا یحبّ ویستحق جمالہ
اسی لئے تو وہ محبوب ہے اور اس کا جمال لائق ہے کہ تمام
شغفا بہ من زمرۃ الاخدان
دوستوں کو چھوڑ کر اسی کے جمال سے دل لگایا جائے

سجح کریم باذل خلّ التقی،
خوش خو کریم سخی صاحب تقویٰ
خرق وفاق طوائف الفتیان
کریم الطبع اور تمام جوانوں پر فائق۔

فاق الوریٰ بکمالہ وجمالہ
اپنے کمال اور جمال اور جلال اور تازہ دل کے
وجلالہ وجنانہ الریان
سبب سے تمام مخلوق سے بڑھا ہوا ہے

لا شک ان محمدا خیر الوریٰ
بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوریٰ
ریق الکرام ونخبۃ الاعیان
برگزیدہ کرام اور چیدہ اعیان ہے

تمت علیہ صفات کل مزیۃ
ہر قسم کی خوبیوں کی صفتیں آپ میں کامل ہیں
ختمت بہ نعماء کل زمان
اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ پر ختم ہو گئیں

ادارہ تحریر

ایڈیٹر: ——— خورشید احمد انور

نائبین: ——— جاوید اقبال اختر - محمد انعام غوری

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ [illegible]

قسط [illegible]

[illegible]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

[illegible]

[illegible] وارد [illegible] محسود [illegible] حیثیت رکھتا ہے [illegible] دنیا میں ایک [illegible] ذوالقعدہ [illegible] غایت درجہ [illegible] [illegible] تقسیم کر دیا۔

[illegible] سے [illegible] کے موجد بابرکت موقع پر [illegible] دیدہ [illegible] و بست اور [illegible]

جذبہ [illegible] کے لئے [illegible] اہتمام کیا جارہا ہے [illegible] انقلاب عظیم [illegible] عیسیٰ [illegible]

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

[illegible] نبیت کے [illegible]

[illegible]

دعویٰ کی [illegible] ہوئے یہ [illegible]

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ (القلم: ۵)

بے شک تیرا یہ دعویٰ اپنی تمام تر جزئیات [illegible] برحق ہے۔ [illegible] مکارم اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔

لاریب سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اسوۂ حسنہ تھا جس نے زندگی کے تمام شعبوں میں گم کردہ راہ انسانیت کی رہنمائی کی۔ [illegible] عرب کے شرک والحاد [illegible] بغت وجہالت۔ [illegible] اور [illegible] سرکشی کے مضبوط ستونوں کو پاش پاش کر کے اُن کی جگہ خدائے واحد [illegible] کی عظمت وجلال۔ علم وعرفان۔ عدل وانصاف۔ اخوت ومساوات۔ عفو ودرگذر مذہبی آزادی و رواداری اور جذبۂ اطاعت وفرمانبرداری جیسے اخلاق فاضلہ کے بلند وبالا مینار تعمیر کئے۔ [illegible] اسوۂ نبوی کا بے مثال تاثیر تھی کہ اپنی خود داری و [illegible] پر [illegible] کرنے والے سرداران عرب بھی ایک جام [illegible] ایسے سرشار ہوئے کہ بڑی بڑی متکبر گردنیں [illegible] آستانۂ الوہیت پر جھک گئیں۔ [illegible] جہاں شرک [illegible] کی بجائے نعرہ ہائے توحید کی بازگشت گونجنے لگی پھر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے وحشی بدویوں کے بے لگام نفسانی جوش [illegible] طور سے سرد ہو گئے جیسے برف کی گراں بار سلوں [illegible] کر ابھی نکلے ہوں۔ شراب جو اُن کی گھٹی میں پڑ چکی تھی صرف ایک حکم [illegible] کے ساتھ [illegible] سے اُن کے معاشرہ سے غائب ہو گئی [illegible] [illegible] کا وجود رہا اور [illegible]

اخبارِ احمدیہ

قادیان۔ [illegible] صلح (جنوری)۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق [illegible] جنوری کی اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت وسلامتی۔ درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دردِ دل سے دُعائیں جاری رکھیں۔

قادیان۔ [illegible] صلح (جنوری)۔ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان مع اہل وعیال وجملہ درویشان کرام بفضلہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

[illegible]

[illegible] رسول [illegible]

[illegible] اسوۂ حسنہ [illegible]

[illegible] نمونے [illegible] تمام تعلیمات ماند پڑ گئے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوۂ حسنہ آج بھی اپنی تمام تر تاثیرات کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہے۔ [illegible] وقت کا تقاضا [illegible] اس [illegible] اسوۂ نبی کی [illegible] اتباع اختیار کرنے کے لئے [illegible]

[illegible] حقیقی [illegible] خدا کو [illegible] نہیں ٹھہر سکتا۔ [illegible] عرفان [illegible] بہرہ ور نہیں ہو سکتا جو [illegible] تزکیۂ نفس [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] کے کلام سے ملتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [illegible] زندہ دلیل میں ہوں۔ [illegible]

[illegible] مقدس ترین وجود [illegible] اسوۂ حسنہ [illegible] اتباع [illegible]

[illegible]

[illegible]

سب عزّتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنے سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے

مجھے جو کچھ ملا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے وہ خدا جس کو دُنیا نہیں جانتی ہم نے اُس خدا کو اُس نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا!

مَلفُوظات بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیحِ موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

"سب عزّتوں سے بڑھ کر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی عزّت ہے۔ جس کا کُل اسلامی دُنیا پر اثر ہے۔ آپؐ ہی کی عزّت نے پھر دُنیا کو زندہ کیا۔ عرب جس میں زنا۔ شراب اور جنگ جوئی کے سوا کچھ رہا نہ تھا۔ اور حقوق العباد کا خون ہو چکا تھا ہمدردی اور خیر خواہیٔ نوعِ انسان کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ اور نہ صرف حقوق العباد ہی تباہ ہو چکے تھے بلکہ حقوق اللہ پر اس سے زیادہ تاریکی چھا گئی تھی، اللہ تعالیٰ کی صفات پتھروں اور بُوٹیوں اور ستاروں کو دی گئی تھیں۔ قسم قسم کا شرک پھیلا ہوا تھا۔ عاجز انسان اور انسان کی شرمگاہوں تک کی پُوجا دُنیا میں ہو رہی تی تھی، حالتِ مکروہ کا نقشہ اگر ذرا دیر کے لئے بھی ایک سلیم الفطرت انسان کے سامنے آجاوے تو وُہ ایک خطرناک ظلمت اور ظُلم و جَور کے بھیانک اور خوفناک نظارہ کو دیکھے گا۔ فالج ایک طرف گرتا ہے۔ مگر یہ فالج ایسا فالج تھا کہ دونوں طرف گرا تھا۔ فسادِ کل دُنیا پر برپا ہو چکا تھا۔ نہ بحر میں امن و سلامتی تھی اور نہ برّ پُرسکون و راحت۔ اب اس تاریکی اور ہلاکت کے زمانہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھتے ہیں۔ آپؐ نے آکر کیسے کامل طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اپنے اصل مرکز پر قائم کر دکھایا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی طاقت کا کمال اُس وقت ذہن میں آسکتا ہے جبکہ اُس زمانے کی حالت پر نگاہ کی جاوے۔ مخالفوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے متّبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں اور اس کے بالمقابل آپؐ نے ایسی حالت میں جبکہ آپؐ کو پُورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا، اُن سے جو کچھ سُلوک کیا وہ آپؐ کے علوِّ شان کو ظاہر کرتا ہے۔ ابوجہل اور اس کے دُوسرے رفیقوں نے کونسی تکلیف تھی جو آپؐ کو، آپؐ کے جاں نثار خادموں کو نہیں دی۔ غریب مُسلمان عورتوں کو اُونٹوں سے باندھ کر مخالف جہات میں دَوڑایا اور وہ چیری جاتی تھیں محض اس گناہ پر کہ وُہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر کیوں قائل ہوئیں۔ مگر آپؐ نے اس کے مقابل صبر و برداشت سے کام لیا۔ اور جبکہ مکّہ فتح ہوا تو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہہ کر معاف فرما دیا۔ یہ کس قدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷۹ - ۸۰)

"آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبّت، تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور اُس کے گُناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگر کوئی گُناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پَیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور جس طرح بذریعہ دَوا، مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے، ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح نور ظلمت کو دُور کرتا ہے اور تریاق زہر کو زائل کرتا ہے اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچّی اطاعت اور محبّت کا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو آگ کیونکر ایک دم میں جلا دیتی ہے۔ پس اس طرح پر وُہ نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کی جاتی ہے وُہ گناہ کا خس و خاشاک بھسم کرنے کے لئے آگ کا حکم رکھتی ہے۔ جب ایک انسان سچّے دل سے ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لاتا ہے اور آپؐ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق و صفا اور محبّت اور اطاعت سے آپؐ کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تب اس تعلقِ شدید کی وجہ سے جو آپؐ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الٰہی نُور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترتا ہے اُس سے یہ شخص بھی حصّہ لیتا ہے۔ تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے، وُہ ظلمت جو اُس کے اندر ہے دُور ہونی شرُوع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی حصّہ ظلمت کا اس کے اندر باقی نہیں رہتا۔ اور پھر اس نور سے قوّت پا کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس کے ہر عضو میں محبّتِ الٰہی کا نُور چمک اُٹھتا ہے۔ تب اندرونی ظلمت بکلّی دُور ہو جاتی ہے۔"

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ نمبر ۵ صفحہ ۲۰۲)

"خدا وہی خُدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ...... جس کے مدارج اور مراتب سے دُنیا بے خبر ہے۔ یعنی سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسٰی آسمان پر زندہ ہے۔ حالانکہ زندہ ہونے کی علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پاتا ہُوں۔ وُہ جس کو دُنیا نہیں جانتی ہم نے اُس خدا کو اُس کے نبیؐ کے ذریعہ سے دیکھ لیا۔ اور وہ وحیِ الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے، ہمارے پر محض اس نبیؐ کی برکت سے کھولا گیا۔ اور وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصّوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں ہم نے اُس نبیؐ کے ذریعہ سے وُہ معجزات بھی دیکھ لئے۔ اور ہم نے اس نبیؐ کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ مگر تعجّب ہے کہ دُنیا اس سے بے خبر ہے۔"

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۳ - ۲۴ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۶ء)

"وہ لوگ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں اور خُدا کے رسُولِ مقبول پر صدقِ دل سے ایمان لاتے ہیں اور اس سے محبّت رکھتے ہیں اور اُس کو تمام مخلوقات اور تمام نبیوں اور تمام مقدّسوں اور تمام اُن چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں یا آئندہ ہوں، بہتر اور پاک تر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ان نعمتوں سے اب تک حصّہ پاتے ہیں۔ اور جو شربت موسیٰؑ اور مسیحؑ کو پلایا گیا وہی شربت نہایت کثرت سے، نہایت لطافت سے، نہایت لذّت سے پیتے ہیں۔ اور پی رہے ہیں۔ اسرائیلی نُور ان میں روشن ہیں۔ بنی یعقوبؑ کے پیغمبروں کی اُن میں برکتیں ہیں۔ سُبحان اللہ ثم سُبحان اللہ، جس کے ناچیز خادم، جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ اُمّت، جس کے احقر سے احقر چاکر مراتبِ مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَ حَبِیْبِکَ وَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَ خَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔"

(براہین احمدیہ حصّہ سوم صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۸۲ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی طرف سے وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان

وقفِ جدید کا کام بدعات اور برائیوں کو دور کر کے لوگوں کو اسلامی اخلاق کے بلند معیار تک پہنچانا ہے

کام کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر جماعتیں زیادہ سے زیادہ معلّمین مہیا کریں اور وقفِ جدید کے چندوں میں بھی اضافہ کریں!

ربوہ ـــ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث، ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۴ جنوری ۱۹۸۰ء کو مسجد اقصیٰ میں نمازِ جمعہ پڑھانے سے قبل خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان فرمایا۔ حضور نے تربیت سے متعلق وقفِ جدید کے کام کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر مقامی جماعتوں اور افراد کو توجہ دلائی کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں معلّمین بھی مہیا کریں۔ اور اسی مناسبت سے وقفِ جدید کے چندہ میں بھی اضافہ کریں۔

حضور نے معلّمینِ وقفِ جدید کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بارہ میں بہت بیش قیمت اور تفصیلی ہدایات سے نوازا اور یہ امر ذہن نشین کرایا کہ ساری جماعت کی طرح معلّمینِ وقفِ جدید کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی بدعات بد عادات اور برائیوں کو دور کریں اور لوگوں کو ہر موقع و محل سے تعلق رکھنے والے اسلامی آداب کا پابند بنا کر انہیں اسلامی اخلاق کے بلند معیار تک پہنچائیں۔ تاکہ وہ رُوحانی رفعتیں حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں اور خدا تعالیٰ کے پیار کے وہ مورد بن سکیں۔

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا، ہر سال کے پہلے مہینے میں میں وقفِ جدید کے سالِ نَو کا اعلان کیا کرتا ہوں۔ سو آج میں وقفِ جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کر رہا ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ وقفِ جدید خالصۃً ایک تربیتی ادارہ ہے۔ اس کے سپرد یہ کام ہے کہ معلّمینِ وقفِ جدید، انسانیت کے آداب سکھائیں اور اسلام نے جو اعلیٰ اخلاق سکھائے ہیں اُن اخلاق کے بلند معیار پر جماعت کو لے جانے کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی تعلیم کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسلام وحشی کو انسان بناتا ہے، انسان کو با اخلاق انسان بناتا ہے اور با اخلاق انسان کو رُوحانی رفعتیں عطا کرتا ہے اور اسے اس قابل بناتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے پیار کا مورد بن سکے۔

اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ انسان کی وحشت کا دُور ہونا اور اُس کا صحیح معنوں میں انسان بننا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر انسانیت نہ ہو تو رُوحانیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضور نے اس ضمن میں آداب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا، انسان کا وحشی سے صحیح معنوں میں انسان بننا موقوف ہے، انسانیت کے آداب سیکھنے پر۔ اسی لئے اسلام نے جو انسان کو اخلاق کے بلند معیار پر لے جا کر اُسے روحانی رفعتیں عطا کرنا چاہتا ہے۔ اُسے ہر ایک موقع و محل سے متعلق انسانیت کے آداب سکھائے ہیں۔ کھانے پینے، چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے، ایک دوسرے سے ملنے جُلنے، مجلس میں شریک ہونے، نیا پھل کھانے، نیا کپڑا پہننے، الغرض ہر حرکت و سکون سے متعلق اسلام نے انسانیت کے آداب سکھانے کے لئے بعض احکام دیئے ہیں۔ یہ بظاہر بہت چھوٹے چھوٹے حکم ہیں اور ان کا روحانیت سے براہِ راست کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن چونکہ یہ سب احکام انسان کی وحشت کو دُور کر کے اسے صحیح معنوں میں انسان بنانے کے لئے دیئے گئے ہیں اس لئے ان سب احکام کی پابندی ازبس ضروری ہے اور ان کا رُوحانیت سے بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ تعلق ضرور ہے۔

حضور نے اسلامی آداب سے متعلق متعدد احکام بیان کر کے اُن کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اور اس ضمن میں فرمایا جس نے آداب نہیں سیکھے وہ اخلاق نہیں سیکھ سکتے اور جس نے اخلاق نہیں سیکھے وہ رُوحانی میدانوں میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس لئے اسلامی آداب کا سیکھنا بہت ضروری ہے۔ وقفِ جدید والوں کا کام آداب سکھانا ہے۔ وقفِ جدید کا ایک معلّم مسائل بھی سکھاتا ہے اور اسے سکھانے بھی چاہئیں۔ لیکن اس کا اصل اور بُنیادی کام لوگوں کو اسلامی آداب سکھا کر انہیں ان کا پابند بنانا ہے۔

اس ضمن میں حضور نے اس امر پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی کہ اسلامی آداب اور اسلامی اخلاق کا پابند بنانے کے لئے بدعات، بد عادات، بدرسُوم اور ہر قسم کی بُرائیوں کو دُور کرنا بہت ضروری ہے۔ حضور نے واضح فرمایا، اسلامی آداب اور اسلامی اخلاق اختیار کرنے میں سب سے بڑی روک بدعات، بدعادات، بدرسوم اور سیّئات ہی ہوتی ہیں۔ معلّمینِ وقفِ جدید کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ ان تمام بُرائیوں کو دُور کریں تاکہ وہ اسلامی آداب اور اسلامی اخلاق کا لوگوں کو پابند بنانے میں کامیاب ہو سکیں۔ اس تعلق میں حضور نے علی الخصوص یہ امر ذہن نشین کرایا کہ کوئی بدی بھی چھوٹی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جس بدی کو چھوٹا سمجھ کر اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا جاتا وہی بڑی بدیوں میں ملوث کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔ ایسی بُرائیوں میں سے حضور نے ایک دوسرے پر سبّ و شتم کرنے، گالیاں دینے، لعنت بھیجنے اور کوسنے دینے کی مضرّت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی رُو سے بہت تفصیل سے واضح فرمایا۔

حضور نے اس امر کا بھی ذکر فرمایا کہ جماعتیں معلّمین کا تو مطالبہ کرتی ہیں اور یہ بھی چاہتی ہیں کہ اُن کے ہاں جو معلّم مقرر کیا جائے اُسے واپس نہ بُلایا جائے۔ لیکن حسب ضرورت ایسے افراد مُہیّا نہیں کرتیں جنہیں بحیثیت معلّم تربیت دے کر جماعتوں میں مقرر کیا جا سکے۔ جبکہ معلّموں کی تعداد کم ہے۔ اور جماعتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے تو پھر فی الوقت ہر جماعت میں کچھ عرصہ کے لئے ہی معلّم مقرر کیا جا سکتا ہے تاکہ ایک مقررہ عرصہ کے بعد اُسے کسی ایسی جماعت میں بھیجا جا سکے جہاں کبھی کوئی معلّم بھیجا نہیں گیا۔

حضور نے فرمایا، تربیتی کام کی بُنیادی اہمیت اور اُس کی بڑھتی ہوئی وسعت کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ جماعتیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایسے افراد مہیّا کریں جنہیں ٹریننگ دے کر بطور معلّم مقرر کیا جا سکے۔ پھر کام کی وسعت کے پیشِ نظر جتنی رقم کی ضرورت ہے، وقفِ جدید کے چندہ میں اضافہ کر کے وہ بھی مہیّا کریں۔

تربیت کے وسعت پذیر کام کی اہمیت کے پیشِ نظر حضور نے وقفِ جدید انجمن احمدیہ کو بعض ہدایات بھی دیں۔ اور بعض اہم فیصلوں کا اعلان فرمایا۔ حضور نے فرمایا (۱) وقفِ جدید کو اسلامی آداب پر بھی کتابیں لکھنی چاہئیں۔ (۲) جب میں نے یہ کہا ہے کہ جماعت کا ہر فرد کم از کم میٹرک ضرور پاس کرے۔ اس لئے آئندہ جنہیں معلّم مقرر کیا جائے وہ کم از کم سیکنڈ ڈویژن میں میٹرک پاس ضرور ہوں۔ سمجھ بوجھ رکھتے ہوں۔ اور خدمت کے جذبہ اور جوش سے مالا مال ہوں۔ (۳) معلّمین کی ٹریننگ کے لئے نصاب مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اسلامی آداب اور اسلامی اخلاق سے متعلق بھی تعلیم دی جائے تاکہ وہ اُن کا عملی نمونہ پیش کر سکیں۔ اس کے لئے سَو یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو صفحہ کی ایک نوٹ بُک تیار کر کے انہیں دی جائے جس میں اختصار کے ساتھ چھوٹے چھوٹے فقروں میں اسلامی آداب اور اخلاق سے متعلق احکام درج ہوں۔ اس بارہ میں تفصیلی تعلیم زبانی دی جا سکتی ہے۔ (۴) حضور نے اِس فیصلہ کا بھی اِعلان فرمایا کہ آئندہ وقفِ جدید کے اعزازی معلّمین کو معلّمین درجہ دوم کہا جائے گا۔

آخر میں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس رنگ میں، جس لباس میں جس ذہن کا اور جن اخلاق اور جس رُوحانیت کا انسان ہمیں دیکھنا چاہتا ہے ہم ویسے انسان بن جائیں۔ آمین ؛

(الفضل ۷ جنوری ۱۹۸۰ء)

پاکیزہ مزاج

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقع تھا۔ نہ ہر جگہ حلم پسند تھا اور نہ ہر مقام غضب مرغوب خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر رعایت محل اور موقعہ کی ملحوظ طبیعت مبارک تھی۔ سو قرآن شریف بھی اسی طرز موزوں و معتدل پر نازل ہوا کہ جامع شدّت و رحمت و شفقت و نرمی و درشتی ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۸۰ حاشیہ ۱۱)

تبرکات

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات

از افادات حضرت اقدس المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"جب اس سفر (حجۃ الوداع ۔ ناقل) سے آپؐ واپس آ رہے تھے تو راستہ میں پھر آپؐ نے اپنے صحابہ کو اپنی وفات کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! میں تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغامبر میری طرف آئے اور مجھے اس کا جواب دینا پڑے ..... اے میرے صحابہؓ! مجھ سے بھی خدا کے سامنے سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی سوال کیا جائے تم اس وقت کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم کہیں گے کہ آپؐ نے خوب اچھی طرح اسلام کی تبلیغ کی اور آپ نے اپنی زندگی کو کلی طور پر خدا کے دین کی خدمت کے لئے لگا دیا اور آپؐ نے بنی نوع انسان کی خیر خواہی کو کمال تک پہنچا دیا۔ اللہ آپؐ کو ہماری طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ ایک ہی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور جنت بھی حق ہے اور دوزخ بھی حق ہے اور یہ کہ موت بھی ہر انسان کو ضرور آنی ہے اور موت کے بعد زندگی بھی ہر انسان کو ضرور ملے گی اور قیامت بھی ضرور آنے والی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو قبروں میں سے دوبارہ زندہ کر کے اکٹھا کرے گا۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اس پر آپ نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے اللہ! تو بھی گواہ رہ کہ میں نے انہیں اصولِ اسلام پہنچا دئیے ہیں۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حج سے واپس آنے کے بعد برابر مسلمانوں کے اخلاق اور ان کے اعمال کی اصلاح میں مشغول رہے اور مسلمانوں کو اپنی وفات کے دن کی امید کے لئے تیار کرتے رہے ایک دن آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا آج مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ اس دن کو یاد کرو جب خدا تعالیٰ کی نصرتیں اور اس کی طرف سے فتوحات گذشتہ زمانہ سے بھی زیادہ زور سے آئیں گی اور ہر قوم و ملت کے لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے شروع ہوں گے۔ پس اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تم خدا تعالیٰ کی تعریف میں لگ جاؤ اور اس سے دعا کرو کہ دین کی بنیاد جو تم نے قائم کی ہے وہ اس میں سے ہر قسم کے رخنوں کو دور کرے۔ اگر تم یہ دعائیں کرو گے تو خدا تعالیٰ ضرور تمہاری دعاؤں کو سنے گا۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے سے کہا کہ خواہ تم ہمارے پاس آ جاؤ اور خواہ تم دنیا کی اصلاح کا کام ابھی کچھ اور مدت کرو اور خدا کے اس بندے نے اس کے جواب میں کہا کہ مجھے آپ کے پاس آنا زیادہ پسند ہے جب آپ نے یہ بات مجلس میں سنائی تو حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ صحابہ کو تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی فتوحات کی خبر سنا رہے ہیں اور ابوبکرؓ رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے کہا اس بڈھے کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ خوشی کی خبر پر رو رہا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے کہ ابوبکرؓ ہی آپ کی بات کو صحیح سمجھتا ہے اور اس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس سورۃ میں میری وفات کی خبر ہے آپؐ نے فرمایا ابوبکر مجھ کو بہت پیارا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے غیر محدود پیار کرنا جائز ہوتا تو میں ابوبکر سے ایسا ہی پیار کرتا۔ اے لوگو! مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے کھلتے ہیں آج سب دروازے بند کر دئیے جائیں صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہے اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں اس راستہ سے آنا پڑے گا۔"

"..... آخر وہ دن آ گیا جو ہر انسان پر آتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام دنیا میں ختم کر چکے۔ خدا کی وحی تمام و کمال نازل ہو چکی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ سے ایک نئی قوم اور ایک نئے آسمان اور ایک نئی زمین کی بنیاد ڈال دی گئی۔ بونے والے نے زمین میں ہل چلایا، پانی دیا اور بیج بو دیا اور فصل تیار کی۔ اب فصل کے کاٹنے کا کام آپ کے ذمہ نہ تھا وہ ایک مزدور کی حیثیت سے آیا اور ایک مزدور کی ہی حیثیت سے اُسے اس دنیا سے جانا تھا کیونکہ اس کا انعام اس دنیا کی چیزیں نہیں تھیں بلکہ اس کا انعام اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے بھیجنے والے کی رضا تھی جب فصل کٹنے پر آئی تو اس نے اپنے رب سے یہی خواہش کی کہ وہ اب اسے اس دنیا سے اٹھا لے اور یہ فصل بعد میں دوسرے لوگ کاٹیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو کچھ دن تو تکلیف اٹھا کر بھی مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے آتے رہے آخر طاقت بھی نہ رہی کہ آپؐ مسجد میں آ سکتے صحابہؓ کبھی یہ خیال بھی نہ کر سکتے تھے کہ آپؐ فوت ہو جائیں گے۔ گو آپؐ بار بار انہیں اپنی وفات کے قریب کی خبر دیتے ایک دن صحابہ کی مجلس لگی ہوئی تھی کہ آپ نے فرمایا اگر کسی شخص سے غلطی ہو جائے تو بہتر یہی ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اس کا ازالہ کر دے تاکہ خدا کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔ اگر میرے ہاتھ سے نادانستہ طور پر کسی کا حق مارا گیا ہو تو وہ مجھ سے اپنا حق مانگ لے اگر بے جانے بوجھے مجھ سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو وہ آج مجھ سے بدلہ لے لے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے شرمندہ ہوں دوسرے صحابہ پر تو یہ بات سن کر رقت طاری ہو گئی اور ان کے دل میں یہی خیال گذرنے لگا کہ کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف اٹھا کر ان کے لئے آرام کی صورت پیدا کرتے رہے ہیں کس طرح آپؐ بھوکے رہ کر ان کو کھلاتے رہے ہیں اپنے کپڑوں کو پیوند لگا کر ان کو کپڑے پہناتے رہے ہیں پھر بھی دوسروں کے حقوق کا آپ کو اتنا خیال ہے کہ آپ ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر بے جانے بوجھے مجھ سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو آج مجھ سے بدلہ لے لے مگر ایک صحابی آگے بڑھے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے ایک دفعہ تکلیف پہنچی تھی۔ جنگ کی صفیں تیار ہو رہی تھیں کہ آپ صف میں سے ہو کر آگے بڑھے اس وقت آپؐ کی کہنی میرے جسم کو لگ گئی تھی۔ چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ بے جانے بوجھے بھی اگر کسی کو نقصان پہنچا ہو تو مجھ سے بدلہ لے لے تو میں چاہتا ہوں اس وقت آپ سے اس تکلیف کا بدلہ لوں وہ صحابہؓ جو غم کے سمندر میں ڈوب رہے تھے یکدم ان کی حالت میں تغیر پیدا ہوا ان کی آنکھوں میں سے خون ٹپکنے لگا۔ اور ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص جس نے ایسے موقعہ پر بجائے نصیحت حاصل کرنے کے اس قسم کی بات چھیڑ دی ہے سخت سے سخت سزا کا مستحق ہے مگر اس صحابیؓ نے پرواہ نہ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو تمہارا حق ہے کہ تم بدلہ لے لو اور آپ نے کروٹ بدلی اور اپنی پیٹھ اس کی طرف کر دی اور فرمایا تو میرے کہنی مار لو۔ اس صحابی نے کہا یا رسول اللہ جب میرے کہنی لگی تھی اس وقت میرا جسم ننگا تھا کیونکہ میرے پاس کرتہ نہ تھا کہ میں اسے پہنتا آپ نے فرمایا میرا کرتہ اٹھا دو اور ننگے جسم پر کہنی مار کر اپنا بدلہ لے لو اس صحابی نے آپ کا کرتہ اٹھایا اور کانپتے ہوئے ہونٹوں اور آنسو بہاتی ہوئی آنکھوں سے جھک کر آپ کی کمر پر بوسہ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا؟ اس نے جواب میں کہا یا رسول اللہ! جب آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی موت قریب ہے تو آپ کو چھونے اور پیار کرنے کے مواقع ہم کو کب تک ملیں گے بے شک جنگ کے موقع پر مجھے آپ کی کہنی لگی تھی لیکن کس کے دل میں آپ کی کہنی لگنے کا بدلہ لینے کا خیال بھی آ سکتا ہے میرے دل میں خیال آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آج مجھ سے بدلہ لے لو تو چلو اس بہانہ سے میں آپ کو پیار ہی کر لوں[1]۔ وہی صحابہ جن کے دل غصہ سے خون ہو رہے تھے اس بات کو سن کر انہی کے دل اس حسرت سے بھر گئے کہ کاش یہ موقعہ ہم کو نصیب ہوتا۔"

مرض بڑھتا گیا موت قریب آتی گئی مدینہ کا سورج باوجود پہلے کی سی آب و تاب سے چمکنے کے صحابہ کی نظروں میں زرد رہنے لگا۔ دن چڑھتے تھے مگر ان کی آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑتے چلے جاتے تھے۔ آخر وہ وقت آ گیا جب کہ خدا کے رسول کی روح

[1] بخاری۔ کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ۔

دنیا کو چھوڑ کر اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہونے والی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس تیز ہونے لگا اور سانس لینے میں تکلیف محسوس ہونے لگی …… …… موت کی تکلیف آپ پر طاری تھی۔ آپ گھبراہٹ سے بیٹھے بیٹھے کبھی اس پہلو پر جھکتے تھے اور کبھی اس پہلو پر۔ اور فرماتے تھے خدا برا کرے یہود اور نصاریٰ کا کہ انہوں نے اپنے نبیوں کے مرنے کے بعد ان کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ یہ آپ کی آخری نصیحت تھی اپنی امت کے لئے کہ گو تم مجھے تمام نبیوں سے زیادہ شاندار دیکھو گے اور سب سے زیادہ کامیاب پاؤ گے مگر دیکھنا میرے بندے ہونے کو کبھی نہ بھول جانا۔ خدا کا مقام خدا ہی کے لئے سمجھتے رہنا اور میری قبر کو ایک قبر سے زیادہ کچھ نہ سمجھنا۔ باقی امتیں اپنے نبیوں کی قبروں کو بے شک مسجدیں بنائیں، وہاں بیٹھ کر چلّے کیا کریں اور ان پر چڑھاوے چڑھائیں یا نذریں دیں مگر تمہارا یہ کام نہیں ہونا چاہئیے۔ تم خدائے واحد کی پرستش کو قائم کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے ہو یہ کہتے کہتے آپ کی آنکھیں چڑھ گئیں اور آپ کی زبان پر الفاظ جاری ہوئے اِلَی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ اِلَی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔[۱] یعنی عرش معلّیٰ پر بیٹھنے والے اپنے مہربان دوست کی طرف جاتا ہوں۔ میں عرش معلّیٰ پر بیٹھنے والے اپنے مہربان دوست کی طرف جاتا ہوں۔ یہ کہتے کہتے آپ کی روح اس جسم سے جدا ہو گئی۔

جب یہ خبر مسجد میں صحابہ کو ملی جن میں سے اکثر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد میں آپ کی صحت کی خوشخبری سننے کے انتظار میں تھے تو ان پر ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت ابوبکر اس وقت تھوڑی دیر کو کسی کام کے لئے باہر گئے ہوئے تھے حضرت عمرؓ مسجد میں تھے جب انہوں نے لوگوں کو یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو انہوں نے نیام سے تلوار نکال لی اور کہا خدا کی قسم جو شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ ابھی تک منافق دنیا میں باقی ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہو سکتے اگر ان کی روح جسم سے جدا ہو گئی ہے تو وہ صرف موسیٰ کی طرح خدا کی ملاقات کے لئے گئی ہے اور پھر واپس آئے گی اور دنیا سے منافقوں کا قلع قمع کرے گی ……

…… اتنے میں بعض لوگوں نے دوڑ کر حضرت ابوبکر کو صورتِ حالات سے اطلاع دی اور وہ بھی مسجد میں پہنچ گئے مگر کسی سے بات نہ کی سیدھے گھر میں چلے گئے اور جا کر حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ کے منہ پر سے کپڑا اٹھایا آپ کے ماتھے کو بوسہ دیا اور محبت کے چھلکتے ہوئے آنسو آپ کی آنکھوں سے گرے اور آپ نے فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔ یعنی یہ نہیں ہو گا کہ ایک تو آپ جسمانی طور پر فوت ہو جائیں اور دوسری موت آپ پر یہ وارد ہو کہ آپ کی جماعت غلط عقائد اور غلط خیالوں میں مبتلا ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ باہر آئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ منبر کی طرف بڑھے جب آپ منبر پر کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ بھی تلوار کھینچ کر آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اس نیت سے کہ اگر ابوبکرؓ نے یہ کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو میں ان کو قتل کر دوں گا جب آپ بولنے لگے تو حضرت عمرؓ نے آپ کا کپڑا کھینچا اور آپ کو خاموش کرنا چاہا مگر آپ نے کپڑے کو جھٹک کر ان کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور پھر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ —

(آل عمران ع ۱۵) یعنی اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ تعالیٰ کے ایک رسول تھے ان سے پہلے اور بہت سے رسول گذرے ہیں اور سب کے سب فوت ہو چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنے دین کو چھوڑ کر پھر جاؤ گے؟ دین خدا کا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ یہ آیت اُحد کے وقت نازل ہوئی تھی جبکہ بعض لوگ یہ سن کر کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں دل چھوڑ کر بیٹھ گئے تھے اس آیت کے پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا يَمُوْتُ جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اسے یاد رکھنا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ اور جو کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اس کو میں بتائے دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جس وقت ابوبکرؓ نے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الآیۃ والی آیت پڑھنی شروع کی تو میرے ہوش درست ہونے شروع ہوئے اس آیت کے ختم ہونے تک میری روحانی آنکھیں کھل گئیں اور میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقع میں فوت ہو گئے ہیں۔ تب میرے گھٹنے کانپ گئے اور میں نڈھال ہو کر زمین پر گر گیا۔ وہ شخص جو تلوار سے ابوبکر کو مارنا چاہتا تھا وہ اب ابوبکر کے صداقت بھرے لفظوں کے ساتھ خود قتل ہو گیا۔ صحابہ کہتے ہیں اس وقت ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ میں یہ آیت بھی بھول گئی تھی۔ اس وقت حسان بن ثابت نے جو مدینہ کے مشہور شاعر تھے یہ شعر کہا ہے

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمِیَ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتُو تو میری آنکھوں کی پتلی تھا آج تیرے مرنے سے میری آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اب تیرے مرنے کے بعد کوئی مرے۔ میرا باپ مرے میرا بھائی مرے، میرا بیٹا مرے، میری بیوی مرے۔ مجھے ان میں سے کسی کی موت کی پرواہ نہیں۔ میں تو تیری ہی موت سے ڈرا کرتا تھا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۳۵۶ تا صفحہ ۳۶۴)

---

[۱] بخاری کتاب المغازی۔ باب مرض النبی ووفاتہ

[۲] سیرۃ النبویہ برحاشیہ سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ و صفحہ ۳۹۳

نعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہے زندگی بخش جام تیرا

تخلیقِ فکر: مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری سابق مبلغ اسلام مغربی افریقہ

شہِ دو عالم یہ کہہ رہا تھا کل ایک ادنیٰ غلام تیرا
جہاں میں جتنے بھی نام ہیں ان میں سب سے پیارا ہے نام تیرا
کوئی رسول و نبی نہ پہنچا ترے مراتب کی رفعتوں تک
خدائے برتر کے بعد سب سے بلند تر ہے مقام تیرا
تو حق تعالیٰ کا راز داں ہے تو وجہ تخلیقِ انس و جاں ہے
تو باغِ ہستی کا باغباں ہے لقب ہے خیر الانام تیرا
تو نائبِ ربِّ رحیم و اکرم تو بے کسوں کا انیس و ہمدم
تو ساقیٔ میکشانِ عالم ہے زندگی بخش جام تیرا
ترا ہر اک قول قولِ فیصل ترا ہر اک فعل فعلِ اجمل
ترا ہر اک فیصلہ مدلّل حسین ہے جو بھی ہے کام تیرا
تجھی سے روشن ہیں ماہ و اختر ترے نقوشِ قدم ہی رہبر
سدا درود و سلام تجھ پر ہے بھیجتا ہر غلام تیرا
ہے فخر تجھ پر اُمتی کو ہر ایک صالح کو ہر ولی کو
شہید و صدیق کو، نبی کو، ہے سب پہ فیضانِ عام تیرا
جو تیری اُلفت میں کھو گیا ہے اسے لبھا کیا سکے گی یہ دنیا
وہ تاجِ شاہی کو کیا کرے گا جو ہو چکا ہے غلام تیرا
تو سیدِ الاولین بھی ہے تو سرورِ آخرین بھی ہے
تو خاتم المرسلین بھی ہے زہے یہ عالی مقام تیرا
جو تجھ کو خاتم نہ مانتا ہو وہ لاجرم امتی نہیں ہے
نہیں ہے تجھ سے جسے محبت وہ پی سکے گا نہ جام تیرا

تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۷۹ء قسط نمبر (۱)

بچوں پر بے پایاں شفقت اور ان کی بہترین تعلیم و تربیت سے متعلق سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض درخشندہ پہلو

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و امیر جماعت احمدیہ قادیان

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات پیش کی گئی ہیں اُن پر غور کرنے سے ہر منصف مزاج شخص یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ ان صفات کا مالک صرف اور صرف ایک ہستی ہی ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سورۃ فاتحہ جو ایک مسلمان کے لئے ہر نماز میں پڑھنی لازمی ہے اور جسے دن میں کم از کم ۳۲ بار ایک مسلمان پڑھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی جن بنیادی صفات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا میرے آج کے مضمون سے بہت گہرا اور قریبی تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے حد رحم اور کرم کرنے والی ہے اس نے یہ چاہا کہ نوع انسانی میں سے ایک کامل وجود کو پیدا کرے جو سراسر رحمت ہو۔ چنانچہ پیارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:-

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۸)

یعنی حضرت نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور آپؐ کی زندگی کے واقعات اور سیرت کے پہلوؤں پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو قرآن مجید کے اس دعویٰ کی صداقت قدم قدم پر نظر آتی ہے۔ مجھے آج حبیب کبریا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اسی پہلو کو بیان کرنا ہے جو بچوں سے متعلق ہے۔

یہ چیز ہمارے روزمرہ کے مشاہدہ میں آتی ہے کہ انسان ہو انسان، حیوان اور نباتات وغیرہ میں بھی ان کے ابتدائی دور جس میں سے وہ گزرتے ہیں اس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جس طرح اچھی اور عمدہ اور بھرپور فصل کے لئے بہترین کھیتی اور موسم اور بیج اور اس کے اُگنے کے بعد اس کی نگہداشت اور اچھی پرورش اور حفاظت کی ضرورت ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر انسانی زندگی میں بچے کی نگہداشت اور پرورش کی ضرورت عیاں اور مسلّم ہے

اقوام متحدہ میں دنیا کی برادری نے باہم مل بیٹھ کر نسل انسانی کے اس طبقہ یعنی بچوں کے متعلق جو اصولی فیصلے کئے اور جن پر خصوصیت سے عمل کرنے کے لئے ۱۹۷۹ء کو بچوں کا بین الاقوامی سال قرار دیا اور بچوں کی نشو و نما کے لئے جو ضابطہ دنیا کے سامنے پیش کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:-

"ہر بچہ حقوق منظورہ یونین جنرل اسمبلی سے بہرہ ور ہونے کا حقدار ہوگا تمام اطفال بلا تفریق و امتیاز مذہب و ملت، رنگ و نسل ذکور و اناث خصوصی حفاظت کے مواقع اور سہولتیں حاصل کرنے کے قانوناً مجاز ہوں گے اور ہر بچہ پیدا ہوتے ہی نام اور وطنیت اختیار کرنے کا حقدار ہوگا۔ اسی طرح ہر بچہ اسی کی والدہ اور اسے اس کی یوم پیدائش سے قبل اور بعد طبی امداد اغذیہ وغیرہ نشو و نما پانے کے لئے تکمیل طفولیت تک جملہ سہولتیں حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔ اور پس ماندہ طفل کو خصوصی تعلیم و دیگر سہولیات حاصل کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہوگا اور ہر بچہ اوّل اپنے والدین کی کفالت اور نگرانی اور مشفقانہ ماحول میں نشو و نما پانے کا حقدار ہوگا۔ اسی طرح کم از کم ابتدائی درجات میں لازمی طور پر ہر بچہ تعلیم پانے کا حقدار ہوگا اور بچہ کی صحیح رہنمائی اور تربیت کی ذمہ داری پہلے مرحلہ پہ والدین پر عاید ہوتی ہے اور لاپرواہی ظلم اور استحصال کی تمام اقسام سے بچہ کی حفاظت کی جانی ضروری ہے۔"

بچے خواہ کسی ملک یا رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں اُن کی نشو و نما اور پرورش کے لئے اگر آج اقوام متحدہ رنگ و نسل کے فرق کو مٹا کر اُن کا حق دلانے کے لئے کوشاں ہے تو درحقیقت یہ ہمارے محسن اعظم سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تعلیمات کے ہی تابع ہے۔

قرآن مجید نسل انسانی کے بڑے اور چھوٹے کے فرق کو مٹاتے ہوئے یہ بیان فرماتا ہے کہ جو تمہاری پیدائش مرد اور عورت سے ہوئی ہے اور تمہیں جو مختلف گروہوں اور قبائل میں بانٹ دیا گیا ہے اس سے غرض صرف تمہارا ایک دوسرے سے متعارف کرانا ہے۔ کسی کو ایک دوسرے پر فوقیت نہیں سوائے تقویٰ کے جیسا کہ سورہ حجرات آیت ۱۴ میں آتا ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اللہ یقیناً بہت علم رکھنے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔

اسی ارشاد باری کے تحت میرے آقا جبکہ آپ اپنی زندگی میں اپنی قوم سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر الوداعی خطاب فرما رہے تھے اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ كُلُّكُمْ لِاٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ

(سیرت ابن ہشام صفحہ ۹۶۸)

اے لوگو! یقیناً تمہارا رب واحد لاشریک ہے تم میں سے ہر ایک آدم سے ہے اور آدم مٹی سے ہے۔ یقیناً تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور کسی بھی عرب کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ سنو! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ تو گواہ رہ

آپ کی تمام زندگی میں آپ کا عمل اسی کے مطابق رہا۔ ہر طبقہ اور خصوصیت سے کمزور طبقہ آپ کے فیض سے فیضیاب ہوا

احباب کرام! میں نے اپنے مضمون کے لئے بچوں سے متعلق حضور کی زندگی کے جو جو واقعات اور آپؐ کے جو ارشادات تلاش کئے وہ سب تو اس مختصر سے وقت میں بیان نہیں کئے جا سکتے اس لئے وقت کی رعایت سے اپنی تقریر کو صرف چند ابواب میں محدود کرتے ہوئے بعض باتیں اختصار کے ساتھ پیش کروں گا۔

(۱)

سب سے پہلے تربیت کے پہلو کو لیتا ہوں ایک ہیرا خواہ کتنا ہی قیمتی اور نایاب ہو اگر وہ گرد و غبار یا کیچڑ میں چھپا ہو تو اس کی قدر کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔

انسانی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بہت سے مایۂ روزگار، نامور افراد کیا بادشاہ کیا جرنیل کیا حکیم اور کیا فلاسفر بچپن میں ایسی حالت سے گزرے کہ اس وقت نہ کوئی جانتا تھا اور نہ ہی کوئی کہہ سکتا تھا کہ آئندہ زندگی میں اُن کے مقدر میں کیا لکھا ہے لیکن ان کو جب اچھی تربیت اور اچھا ماحول میسّر آیا تو وہ، وہ بن گئے جو آج تاریخ کے اوراق میں نظر آتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے (بخاری) یہ اور بات ہے کہ بعد میں اس کا ماحول اُسے کچھ اور بنا دے اس لئے آپ نے سب سے پہلے تو جس طرح ایک اچھی فصل کے لئے اچھے بیج اور اچھی زمین کی ضرورت ہوتی ہے شادی بیاہ کے سلسلہ میں پاکیزہ اور دیندار جوڑے کی تلاش پر بہت زور دیا ہے اور بچے کی پیدائش سے قبل ہی اس کے لئے دعا کرنے کا حکم بھی دیا۔ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ نے ایک طرف تو اس کی ذہنی اور قلبی پاکیزگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس کے کانوں میں اذان اور تکبیر کی سنت جاری فرمائی (ترمذی) اور ابتداء سے ہی جس ماحول میں وہ پرورش پا رہا ہے اس گھر کو پاکیزہ رکھنے، اس کے لباس کو پاک رکھنے اور اس کی غذا کو پاک رکھنے کا حکم دیا خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

(سورۃ بقرہ آیت ۲۲۳)

اور — وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

(سورہ مدثر آیت ۵)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

تَنَظَّفُوْا فَاِنَّ الْاِسْلَامَ نَظِيْفٌ

کہ پاکیزگی اختیار کرو۔ کیونکہ اسلام پاکیزہ مذہب ہے اور پاکیزگی کا حکم دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ کو مدینہ سے باہر ایک دایہ کے پاس رکھا تو جب حضور اپنے بچہ کو دیکھنے کے لئے جاتے تو اس کو پیار کرتے اور سونگھتے (مسلم) جس سے صاف ظاہر ہے کہ بچہ کو پاکیزہ رکھا گیا ہے۔

انسانی صحت، قویٰ کی نشوونما اور غذا کا اخلاق کے ساتھ گہرا تعلق ہے آجکل کے ترقی یافتہ سائنسی دور میں متوازن غذا پر بہت زور دیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے بغیر انسان کے جملہ قویٰ کی صحیح نشوونما نہیں ہو سکتی آج سے چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہی تعلیم دی کہ غذا کے مسئلہ میں صرف حلال کا انتخاب نہیں کرنا بلکہ حلال کے ساتھ طیب کا بھی خیال رکھنا اور طیب کے معنے یہ ہیں کہ ایسی چیز یا ایسی غذا جو انسانی جسم کے بالکل مناسب حال ہو اور اس سے ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ایک ہی قسم کی غذا مختلف علاقوں اور مختلف حالات میں فائدہ مند نہیں ہو سکتی اس لئے اس کے انفرادی حالات کے لحاظ سے ہر شخص کی غذا کی نوعیت ضرورت بدلتی چلی جائے گی۔

قرآن کریم نے اس کے لئے طیب کا جامع لفظ استعمال کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۹)

اے لوگو! جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے جو کچھ حلال اور پاکیزہ ہے اسے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ یقیناً تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

(۲)

والدین کی ذمہ داریاں بچوں کی تربیت کے ضمن میں

بچپن سے ہی بچوں کی تربیت کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اس کی ذمہ داری والدین پر ہے اور پھر عمر کے ساتھ اساتذہ اور اقرباء اور معاشرہ پر بھی ہے اسلام کے ابتدائی دور میں تھوڑے عرصہ میں قرآنی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ جن میں کئی بچے بھی شامل تھے اور آئندہ ان کی نسلوں کی اس رنگ میں نشوونما ہوئی کہ وہ ریگستانوں کے رہنے والے اور ان پڑھ دنیا کے معلم بنے اور تہذیب سکھانے والے رہبر بنے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:—

"مسلمانوں کی بعد میں آنے والی نسلوں نے اپنے بچوں کا خیال نہیں رکھا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم قرآن کریم سیکھے ہوئے ہیں۔ پڑھے ہوئے ہیں انہوں نے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کی اور خیال کیا "جلد ہی بڑا ہوئے گا تو آپ ہی سیکھ لے گا" بعض ماں باپ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں لیکن جو بچہ بچپن میں نہیں سیکھا وہ بڑے ہو کے کس طرح سیکھ جائے گا اسے کون سکھائے گا۔"

(خطاب سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ ۱۹۶۷ء)

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:—

"آوارگی بچپن میں پیدا ہوتی ہے اس کی بڑی ذمہ داری والدین اور استادوں پر ہوتی ہے یہ بہت حماقت کی بات ہے کہ بچوں کو چھوٹا سمجھ کر آوارہ ہونے دیا جائے"

(الفضل ۳۰؍اپریل ۱۹۴۳ء)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ضمن میں نمونہ ہمیں یہ مثال نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ

(ابن ماجہ)

کہ اپنے بچوں کی عزت کیا کرو اور بہترین رنگ میں ان کو ادب سکھاؤ

اسی طرح آپؐ فرماتے ہیں کہ:—

وَمَا هَلَكَ امْرُؤٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ۔ یعنی جو شخص اپنی قدر کو پہچان لیتا ہے وہ ہلاکت سے محفوظ رہتا ہے۔

بچوں کے دل میں شروع سے خیال ڈالنا کہ تم نے بڑے ہو کر کتنے بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ اسی کے مطابق وہ اپنے بچپن میں اس کی تیاری کریں اور ان میں یہ احساس زندہ رہے

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ والدین کے لئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک باپ اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی چیز نہیں دے سکتا (ترمذی)

بچپن سے ہی کھانے پینے اور صفائی کے آداب کی طرف آپؐ نے توجہ دلائی چنانچہ عمرو بن ابی سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک دفعہ میں ایک پلیٹ میں کھانا کھا رہا تھا اور میرا ہاتھ پلیٹ میں ہر طرف پھیر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اے عزیز! اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ (متفق علیہ)

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عرب کے لوگ بھی ایک برتن میں ایک ساتھ کھایا کرتے تھے اور یہ چیز معیوب ہے کہ ایک شخص اپنے سامنے کی بجائے دوسرے کے سامنے سے اٹھا کر کھائے۔

کھانے کے بعد کلی کرنا اور منہ کو صاف کرنا اس کی آپؐ نے تاکید فرمائی اور آپؐ منہ کی صفائی کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ آپ فرماتے تھے کہ اگر میری امت کو مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو دن میں پانچ بار منہ کو صاف کرنے کا حکم دے دیتا۔ (بخاری)

بچوں کی تربیت اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ بڑوں کے سامنے رہیں اور وہ ان کی نگرانی میں رہیں۔ آج بھی سکولوں اور کھیلوں کے میدانوں میں بچوں کو بڑوں کی نگرانی کے بغیر نہیں رکھا جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت بچوں کو گھروں سے باہر پھرنے کو منع فرمایا۔ کیونکہ رات کے وقت اس طرح نگرانی ممکن نہیں جس طرح دن میں ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ اَوْ اَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا (متفق علیہ)

کہ جب شام کا وقت ہو جائے تو اپنے بچوں کو روکو کیونکہ اس وقت شیطان گھومتا ہے۔ جب رات کا ایک گھنٹہ گذر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور دروازے بند کر لو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولا کرتا۔

بچپن میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ہی بستر میں سو جاتے ہیں لیکن ایسی عمر میں جبکہ بچے سن بلوغ کو پہنچ رہے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علیحدہ علیحدہ بستروں میں سونے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اچھی تربیت کرے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو چاہیئے کہ اس کی شادی کرے اور اگر وہ بچہ شادی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور اس کے والد شادی کرنے میں سستی کرتے ہیں اور اس کی فکر نہیں کرتے اور اس حالت میں وہ بچہ کسی بدی کا مرتکب ہو جاتا ہے تو اس کا گناہ اس کے باپ کے سر ہو گا۔ (مسلم)

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنے بچے کی بہتر رنگ میں تربیت کرتا ہے تو اس کے لئے یہ اس چیز سے بہتر ہے کہ وہ ایک صاع صدقہ و خیرات کرے (ترمذی)

ماں باپ اپنی اولاد کو آرام پہنچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کر دیتے ہیں خود بھوکے پیاسے رہ کر رات کو ان کے لئے کھانا مہیا کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ:—

ایک ماں اپنی دو بچیوں کے ساتھ اُن کے گھر آئی اور کچھ کھانے کو طلب کیا میرے پاس ایک کھجور تھی اس کو دے دی اس ماں نے اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود بھوکی رہی۔ میری طبیعت پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا۔ جب حضورؐ باہر سے تشریف لائے تو میں نے یہ سب واقعہ حضور کے سامنے پیش کیا تو اس پر حضور نے فرمایا۔ اے عائشہ جسے دو بیٹیوں کے ذریعہ آزمایا جائے اور وہ اس آزمائش میں پورا اترے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ بچیاں اس کو آگ سے بچانے کا موجب بن جاتی ہیں۔" (متفق علیہ)

بچپن سے ہی نیک کاموں کی عادت ڈالنا ضروری ہوتی ہے اور یہی عادت بڑے ہو کر انہیں نیک کاموں پر قائم رکھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو نمازوں کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہوں اور دس سال کی عمر کو پہنچیں اور غفلت اور سستی سے کام لیں تو

آن کی تادیب کریں۔ (ابو داؤد)

(۳)

والدین اور بڑوں کے ساتھ بچوں کا رویہ!

اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن ماں باپ کو ان کی پرورش کے سلسلہ میں جن تکالیف اور مشقت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قرآن کریم اس کا کتنا صحیح نقشہ کھینچتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ط إِلَيَّ الْمَصِيرُ (سورہ لقمان آیت ۱۵)

اور ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کر انسان کو اپنے والدین کے متعلق احسان کرنے کا تاکیدی حکم دیا تھا اور اس کی ماں نے اسے کمزوری کے ایک دور کے بعد کمزوری کے دوسرے دور میں اٹھایا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال کے عرصہ میں تھا یاد رکھ کہ میری ہی طرف تجھ کو لوٹ کر آنا ہوگا۔

کس رنگ میں اس کی ماں اور باپ تکلیف برداشت کر کے اسے پروان چڑھاتے ہیں اور چونکہ یہ محبت اور اولاد کے لئے قربانی کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے خود انسانی فطرت میں پیدا کیا ہے اس لئے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے وہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے اس احسان کو یاد رکھ میرا بھی شکر کر اور اپنے والدین کا بھی۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک پر خدا تعالیٰ نے اتنا زور دیا ہے کہ جہاں کہیں توحید کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی ارشاد فرمایا ہے جس طرح فرمایا ہے کہ:-

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط (سورہ عنکبوت آیت ۹)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ط (سورہ احقاف آیت ۱۶)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے احسان کی تعلیم دی تھی اور فرمایا

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ط إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

تیرے رب نے اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو نیز یہ کہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اگر ان میں سے کسی ایک پر یا دونوں پر تیری زندگی میں بڑھاپا آجائے تو انہیں ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اف تک نہ کہہ اور نہ انہیں جھڑک۔ اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کر۔

ماؤں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- یاد رکھو جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

دوسری جگہ حدیث میں آتا ہے کہ:-

یاد رکھو جو ماں باپ کا نافرمان ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ انسان کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے لیکن یاد رکھو کہ والدین کی نافرمانی کو معاف نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کو اس کی زندگی میں ہی موت سے پہلے اس کی سزا بھگتنی پڑتی ہے (البیہقی)

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے گناہ کون سے ہیں تو آپؐ نے تین گناہوں کا ذکر فرمایا جن میں سے ایک والدین کی نافرمانی ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوا اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے تو آپؐ نے فرمایا

وہ دونوں تیری جنت بھی ہیں
اور تیری دوزخ بھی

(ابن ماجہ)

یعنی ان کی خدمت کر کے جنت کے وارث بن سکتے ہو اور ان کو دکھ پہنچا کر اور ناراض کر کے خدا کی جہنم کو اپنے اوپر واجب کر لو گے۔

(باقی)

پاک محمد مصطفےٰ
نبیوں کا سردار
المسیح الموعود

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

طاہر مرا رسولؐ مطہر مرا رسولؐ

مکرم سید محمد میاں سلیم شاہجہان پوری نواب شاہ سندھ

ماہِ منیر و مہرِ منوّر مرا رسولؐ
نبیوں میں سب سے افضل و برتر مرا رسولؐ

اُمید گاہ اسود و احمر مرا رسولؐ
رحمت نشان و شافعِ محشر مرا رسولؐ

علم الیقیں کا ایک سمندر مرا رسولؐ
دانشوروں کا رہبرِ اکبر مرا رسولؐ

مجلس میں بے مثال سخنور مرا رسولؐ
اور عرصۂ وغا میں غضنفر مرا رسولؐ

غواصِ بحرِ حکمت و داور مرا رسولؐ
دریائے معرفت کا شناور مرا رسولؐ

دیتا ہے سب کو لعل و جواہر مرا رسولؐ
محتاجِ کُل جہاں ہے تونگر مرا رسولؐ

تھا ایک وقت عمر میں اصغر مرا رسولؐ
لیکن ذکا و فہم کا پیکر مرا رسولؐ

پہنچا نہ کوئی پہنچے گا اُس کے مقام تک
درجے میں ہے فزوں سے فزوں تر مرا رسولؐ

صورت سے اُس کی جلوۂ حق آشکار ہے
سیرت میں عکسِ داورِ محشر مرا رسولؐ

پھیلی ہے اُس کے فیض کی خوشبو جہان میں
ہے عطرِ معرفت سے معطّر مرا رسولؐ

جو اس کے پاس بیٹھ گیا پاک ہو گیا
طاہر مرا رسولؐ مطہّر مرا رسولؐ

عرشِ بریں تک اُس کی رسائی ہے معجزہ
اہلِ زمیں کو کر گیا ششدر مرا رسولؐ

انسانیت نواز تھی کتنی وہ ذاتِ پاک
ملتا تھا ہر غریب سے بڑھ کر مرا رسولؐ

ثابت قدم جو نرغۂ اعداء میں بھی رہا
وہ شیر دل وہ بطلِ دلاور مرا رسولؐ

اپنوں پہ مہربان تھا دشمن کا خیر خواہ!
خلقِ خدا کا مونس و یاور مرا رسولؐ

ثانی ہوا ہے اس کا نہ ہوگا کوئی سلیم
نوعِ بشر کا آخری رہبر مرا رسولؐ

سیرت آنحضرت صلعم کے چند دلکش پہلو

از محترم ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ صاحب اسویکیں

(۱) حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رفتار کے تیز تھے اس قدر کہ بعض اوقات صحابہؓ کو ساتھ چلتے وقت دقت ہوتی اور پیچھے رہ جانے کا خدشہ ہوتا۔ حضور علیہ السلام گفتار کے شگفتہ اور دھیمے تھے۔ اس قدر کہ ہر لفظ کے حروف گنے جا سکتے حضور علیہ السلام کی خواہش ہوتی کہ جو کچھ آپؐ فرماتے اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ چونکہ یہی فرمودات قانون کی حیثیت رکھتے۔ حضور علیہ السلام کی گفتگو بہت سادہ لیکن پُر وقار ہوتی۔ چاہے روئے سخن صرف ایک فرد کی طرف ہوتا یا اجتماع سے خطاب فرماتے۔

(۲) خدمتِ اقدس علیہ السلام میں ایک دن ایک شخص نے عرض کی کہ حضور ایمان سے کیا مراد ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
خدا تعالےٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں، اس کے نبیوں اور آخرت پر یقین واثق رکھنا نیز یہ کہ نیکیوں اور بدیوں کا جانچنا خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔
اس شخص نے پھر پوچھا حضور اسلام سے کیا مراد ہے؟
حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا استطاعت ہو تو حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔
(مسلم - بخاری)

(۳) خدمتِ اقدس علیہ السلام میں عرض کیا گیا کہ ایک شخص مشرک تھا مسلمانوں کو مار ڈالتا تھا اس لئے اسامہؓ بن زید نے تعاقب کیا۔ اور اسے پکڑ لیا۔ تو اس شخص نے فوراً کہا لا الٰہ الا اللہ لیکن اسامہؓ نے پرواہ نہ کی۔ اور اُسے مار ڈالا۔ حضور علیہ السلام نے اسامہؓ کو طلب کیا اور فرمایا کہ جب اس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا تھا۔ پھر تو نے اُسے کیوں مارا۔ گو وہ قاتل تھا لیکن توبہ کر چکا تھا حضرت اسامہؓ نے کئی بار عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو ڈر کے مارے ایمان ظاہر کر رہا تھا۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اور پھر بار بار یہی کہتے چلے گئے کہ تم قیامت کے دن کیا جواب دو گے۔ جب اس کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھنا تمہارے سامنے پیش کیا جائیگا اسامہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا اور یہ حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوتی۔ (مسلم)

(۴) خدمتِ اقدس علیہ السلام میں ایک دن ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھ میں تین عیب ہیں۔ جھوٹ۔ شراب اور بد اخلاقی۔ میں نے بہت کوشش کی ہے کہ کسی طرح مجھ سے یہ عیب دُور ہو جائیں لیکن میں اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ حضور کوئی علاج بتائیں۔
رسول اللہ نے فرمایا۔ تم مجھ سے ایک عیب چھوڑنے کا وعدہ کرو۔ باقی دو میں چھڑا دوں گا۔ اس پر اس شخص نے وعدہ کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ شخص یہ وعدہ کر کے چلا گیا۔
کچھ عرصے بعد وہ شخص خوش خوش حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ حضور میرے تینوں عیوب ہی چھوٹ گئے ہیں اور مجھے ان تینوں گناہوں سے نجات مل گئی ہے۔ حضور نے کیفیت پوچھی تو کہنے لگا ایک دن میرے دل میں معمول کے مطابق شراب پینے کا خیال آیا۔ اور جب شراب پینے کے لئے اُٹھا تو خیال آیا کہ دوست پوچھیں گے کیا تم نے شراب پی۔ پہلے تو جھوٹ بول دیا کرتا تھا۔ لیکن اب آپ سے جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کر لیا تھا تو دوستوں کو بتانا پڑے گا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں شراب نہیں پیتا۔ کچھ دنوں کے بعد بد اخلاقی کرنے کا خیال آیا۔ تو پھر وہی بات کہ دوستوں نے پوچھا۔ کہ بد اخلاقی کی ہے۔ تو بتانا پڑے گا۔ اس لئے میں نے کہا کہ بد اخلاقی نہیں کروں گا اور رفتہ رفتہ یہ خیالات راسخ ہو گئے۔ چنانچہ حضور سے جھوٹ نہ بولنے کا ایک وعدہ کر کے مجھے دوسرے گناہوں سے بھی نجات مل گئی۔

(۵) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالےٰ سے دعا گو تھے۔
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفَوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا (بخاری)
کہ اے اللہ میرے دل میں اپنا نور بھر دے۔ اور میری آنکھوں میں بھی اپنا نور بھر دے۔ میرے کانوں میں بھی اپنا نور بھر دے۔ اور میرے دائیں بھی تیرا نور ہو اور میرے بائیں بھی تیرا نور ہو۔ اور میرے اُوپر بھی تیرا نور ہو۔ اور میرے نیچے بھی تیرا نور ہو۔ اور میرے آگے بھی تیرا نور ہو اور میرے پیچھے بھی تیرا نور ہو۔ اے میرے رب میرے سارے وجود کو نور ہی نور بنا دے۔

(۶) حضور علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ خدمتِ اقدس علیہ السلام میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ میرے ہاتھ چکی پیس پیس کر زخمی ہو گئے ہیں اور خواہش ظاہر کی کہ فتح کے بعد مستحقین میں جو مال تقسیم کرنا ہے۔ اس میں سے کوئی غلام یا لونڈی عطا فرمائیں۔ جو میرا ہاتھ بٹا دیا کرے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے محبت بھرے لہجہ میں فرمایا۔ فاطمہ میری بیٹی! میں تمہیں غلام یا لونڈی رکھنے سے زیادہ قیمتی چیز بتاتا ہوں کہ جب تم سونے لگو تو ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے لونڈی یا غلام رکھنے سے زیادہ بہتر ہو گا۔
(بخاری)

(۷) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ چند ساتھیوں کے ساتھ سفر پر جا رہے تھے۔ تو صحرا سے گزرتے ہوئے ایک چرواہے سے سب نے مل کر ایک بھیڑ خرید لی۔ ایک ساتھی کہنے لگا کہ میں اس بھیڑ کو ذبح کر دوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں اس کی کھال اتاروں گا تیسرے نے کہا میں اسے بھون دوں گا اور کھانا تیار کر دوں گا اس پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا میں اِدھر اُدھر سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتا ہوں تاکہ آگ جلا سکیں۔ دوسرے ساتھی کہنے لگے کہ نہیں نہیں آپؐ نہ جائیں ہم میں سے ایک یہ کام بھی کرے گا۔ لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا ایسے نہیں میں یہ کام کروں گا۔ چونکہ اچھا نہیں لگتا کہ آپ سب تو کوئی کام کریں اور میں آپ کی اعانت نہ کروں۔

(۸) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بے تکلفی سے گفتگو فرماتے۔ سفر پر ہوتے تو ساتھیوں سے رابطہ رکھتے۔ کبھی کسی کے پاس جاتے کبھی [illegible] سے سب قافلے والے شاد کام رہتے۔ ایک دفعہ اسی طرح قافلے میں ایک ساتھی کے پاس پہنچے اور یونہی پوچھا کہ کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے۔ اس شخص نے بھی کہہ دیا کہ ہاں اونٹ تو بیچ دوں گا لیکن مدینہ پہنچ کر اسے حوالے کروں گا۔ اس پر حضور علیہ السلام متبسم ہوئے۔ اور پوچھا اچھا کیا قیمت لو گے۔ ساتھی بھی یونہی بے تکلفی میں کہنے لگا آپؐ ہی بتائیں۔ آپ کس قیمت میں اس اونٹ کو خریدیں گے حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا دو درہم لو گے ساتھی کہنے لگا کہ اتنی کم قیمت۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا تین، پھر پانچ اور اس طرح قیمت بڑھاتے گئے۔ لیکن وہ شخص مسکراتا رہا اور راضی نہ ہوا۔ آخر چالیس درہم پر راضی ہو گیا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام قافلے میں آ گئے۔ کسی اور شخص کے پاس چلے گئے۔ جب قافلہ مدینہ پہنچا۔ تو اس شخص نے اس سارے واقعہ کا ذکر کیا۔ اور اس سارے مذاق کی باتوں کا مزہ لیتا رہا۔ لیکن اس کی بیوی نے کہا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سودا کیا ہے۔ اسے مذاق نہ سمجھے اور اپنا اونٹ خدمتِ اقدس علیہ السلام میں حاضر کرے۔ اس پر وہ شخص رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔
حضور علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور اسے چالیس درہم عطا فرمائے۔ پھر وہ اونٹ تحفۃً اسی شخص کو دے دیا۔ اور وہ شخص چالیس درہم اور اپنے اونٹ کو لے کر خوش خوش واپس گھر آ گیا۔ وہ اونٹ کافی عرصہ بعد تک زندہ رہا۔ چنانچہ وہ شخص اپنے اونٹ اور رسول اللہ کے فراخدلانہ تحفے کو دیکھ کر عش عش کرتا رہا۔

(۹) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا جو سادہ تھا اور شکل بھی اچھی نہیں تھی۔ حضور علیہ السلام ازراہِ محبت و شفقت اس شخص کے پیچھے گئے۔ اور محبت سے اسے بازوؤں میں لے لیا۔ پھر ذرا بلند آواز سے فرمانے لگے۔ اس غلام کو کون خریدے گا۔ اس شخص نے پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ چنانچہ جس طرح نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے پکڑا ہوا تھا۔ اسی طرح اس نے حضور علیہ السلام کے جسم مبارک سے اپنے آپ کو رگڑنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی کہنے لگا یا رسول اللہؐ مجھے فروخت کرنے سے آپ کو زیادہ قیمت وصول نہیں ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے اس شخص کی ڈھارس بندھائی کہ نہیں ایسے نہ کہو کیونکہ خدا تعالےٰ کی نظر میں تمہاری بہت وقعت ہے۔

(باقی ملاحظہ کیجئے صفحہ ۱۱ پر)

ایک کامل انسان اور زندہ نبی ــ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال ۔ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے (المسیح الموعودؑ)

از محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ابتدائے دُنیا میں تمام بنی نوع انسان ایک جگہ تھے۔ اُس وقت اُنکے حالات کے مطابق اُن کے لئے ایک ہی قسم کی تعلیم کافی تھی اور ایک ہی رسول تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ جب وہ آہستہ آہستہ مختلف ممالک میں پھیل گئے تو پھر ایک نبی کی آواز دوسرے ملک میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ تب خدا تعالےٰ نے مختلف ملکوں میں اپنے نبی بھیجے اور ہر ملک کی دماغی حالت کے مطابق تعلیم نازل فرمائی۔ تاکہ کوئی قوم اس ہدایت سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

"اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ"

کہ ہر قوم میں خدا کے برگزیدہ اور فرستادہ آتے رہے ہیں جب نسلیں ترقی کر گئیں غیر آباد ممالک آباد ہو گئے۔ آبادیوں کے فاصلے کم ہوئے اور ذرائع آمد و رفت میں سہولت و ترقی ہوئی اور انسانی دماغ بھی اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ مختلف حالات کے متوازی تعلیمات کو سمجھ سکے اور اُنکا استعمال کر سکے۔ تو ضرورت محسوس ہوئی کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل دین کا ظہور ہو۔ جس طرح آدم اوّل کے زمانہ میں ایک ہی اُمت تھی اور ایک ہی کلام تھا۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی ایک ہی کلام ہو اور ایک ہی اُمت ہو چونکہ سب قوموں کا ایک ہی خدا ہے اس لئے ضروری تھا کہ تمام قومیں اور افراد ایک ہی نقطہ مرکزی کی طرف کھنچتے یا ایک نقطہ پر جمع ہونے کے سامان پیدا ہوتے۔ اگر دنیا روحانی طور پر ایک نقطہ پر جمع نہ ہوتی تو خدائے واحد کی وحدانیت کس طرح ثابت ہو سکتی تھی چنانچہ یہ نقطہ مرکزی بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور آپ ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے تمام نسل انسانی کو خطاب کیا کیونکہ پہلے نبی تو صرف ایک مخصوص علاقہ یا قوم کی طرف مبعوث ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے باذن الٰہی اعلان فرمایا

"يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" (اعراف ع)

اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں اور اسی طرح آپ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن مجید تمام نسلِ انسانی کو متحد کرنے والی ایک مکمل اور آخری تعلیم ہے۔

چونکہ آپ کا دائرہ عمل تمام دُنیا تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک انسان کامل، سید البشر، سید المرسلین اور خاتم النبیین بنایا اور آپ کی شریعت کو کامل اور عالمگیر قرار دیا اور آپ کی ذات والا صفات کو خوبیوں اور اعلیٰ اخلاق کا جامع بنایا۔ چونکہ آپ انسانِ کامل تھے۔ اس لئے انسانی زندگی میں پیش آنے والے مختلف حالات ادوار میں سے آپ کو گزار کر دُنیا کے تمام انسانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ اور کامل نمونہ بنا دیا اور آپ کو وہ قوت قدسیہ عطا فرمائی جس کی نظیر پہلے انبیاء کرام میں نظر نہیں آتی ــ چنانچہ آپ نے جس رنگ میں دنیا میں ایک پاکیزہ اور روحانی انقلاب برپا کیا وہ بھی بے نظیر تھا۔ اس کے متعلق حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :ــ

"کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرتؐ کی نبوت پر ہے آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جب کہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعًا ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپ نے ایسے وقت میں انتقال فرمایا جب کہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسان بنا دیا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ اُن کا تعلق پیدا کر دیا وہ خدا کی راہ میں بکروں کی طرح ذبح کئے گئے اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے۔ مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔"

(لیکچر سیالکوٹ نومبر ۱۹۰۴ء)

نیز فرمایا :ــ

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نور تھے
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم اُمی محض تھے مگر خدائے تعالےٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے علوم۔ حقائق اور معارف کا ایک بحر بیکراں بنا دیا اسی لئے تمام دُنیا کی روحانی و اخلاقی اصلاح کا بار گراں آپ کے کاندھوں پر ڈالا گیا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :ــ

"اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے نہ منسوخ ہونے والی اور عالمگیر شریعت عطا فرمائی ہے اور آپ کے فیضان کو قیامت تک کے لئے جاری فرمایا ہے اور ایک انسان آج بھی آپ کی کامل اتباع و فرمانبرداری کر کے خدا کے قرب کو حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو۔ تو میری پیروی اور اتباع کرو۔ چنانچہ اس اُمت محمدیہ میں بے شمار اولیاء و اقطاب اور ابدال گزرے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے فیضان حاصل کیا اور خدا کے مقرب بن گئے۔ اسی زمانہ میں بھی آپ کی روحانی زندگی کے ثبوت کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے مہدی اور مسیح حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں :ــ

(ا) "تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔..... نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں اور آسمان کے نیچے نہ اُس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا۔ کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اُس کے ہمیشہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اُس کے افاضۂ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اُسکی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دُنیا میں بھیجا۔ جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کیونکہ ضروری تھا کہ دُنیا ختم نہ ہو جب تک محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جائے جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا اسی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔" (کشتی نوح)

(ب) "میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرالے اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں۔ کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے۔ اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھ کے کہتا ہوں۔ یہ باتیں

سچے ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے۔ نشان ظاہر ہو رہے ہیں برکات ظہور میں آ رہے ہیں غیب کے چشمے کھل رہے ہیں پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکال لے۔" (لیکچر زندہ رسول)

(الحکم ۱۳ر مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۶)

(ج) "ایک بڑی دلیل اس بات پر کہ ہمارے نبی صلعم روحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں دوسرا کوئی نہیں رکھتا آپ کے تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلعم کی سچی پیروی کر کے خدا کے مکالمات سے مشرف پاتے ہیں دعائیں انکی قبول ہوتی ہیں اس کا نمونہ ایک میں بھی موجود ہوں۔" (زندہ رسول)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالےٰ کا یہ الہام نازل ہوا کہ

"کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔"

کہ تمام برکات جو آپ پر نازل ہوئی ہیں۔ یہ سب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے پس آنحضرتؐ ایک بابرکت استاد ہیں اور حضرت مرزا صاحب اُن کے ایک برکت والے شاگرد ہیں چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں ؎

دیگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ

نیز فرمایا:۔

"اگر میں آنحضرت صلعم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے۔ تو پھر بھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

نیز فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است
ایں آتشم ز آتش مہر محمدؐی است
ویں آب من ز آب زلال محمدؐ است

پس حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کا وجود باوجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک روشن ثبوت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضات روحانیہ آپ کی صداقت وحقانیت پر زندہ گواہ ہیں کہ آپ واقعی ایک کامل انسان رحمۃ للعالمین اور زندہ نبی ہیں۔ اور بے اختیار زبان سے یہ جاری ہوتا ہے۔ کہ

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات

مستشرقین یورپ کی نظر میں

ٹالسٹائی روسی فلاسفر

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے انہوں نے گمراہوں کو بُت پرستی سے روکا۔ اور افعالِ قبیحہ سے منع کیا۔ خدائے واحد کی عبادت اور پرستش کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوت ہمدردی اور مساوات کے سبق سے ان کے دلوں کو لبریز کر دیا۔ غارت گری اور خوں ریزی کو ممنوع قرار دیا۔ آپ دُنیا میں مصلح اعظم بن کر آئے تھے اور آپ میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی تھی جو قوتِ بشری سے سب سے زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔"

مسٹر طامس کارلائل

(۱) "حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلب نہایت صاف شفاف اور اُن کے خیالات ہوا وہوس سے بے لوث تھے۔ وہ نہایت سرگرم ریفارمر اور باخدا بزرگ تھے۔ آج بھی اُنکی صداقت کامیابی کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اِس روشن چشم۔ فراخ حوصلہ۔ کریم النفس۔ معاشرت پسند۔ اور درد بھرے دِل والے بادیہ نشین کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دُور تھے۔ اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی۔ اور ان کا شمار اُن لوگوں میں تھا جن کا شعار سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں۔"

(۲) "آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نفس پرستی کی منزل سے کوسوں دُور تھے۔ لذت پرستی اور ذاتِ اقدس زمین وآسمان کا تفاوت ہے۔ سچ پوچھو تو آپ غذا۔ لباس، مسکن اور دیگر معاملاتِ زندگی میں بڑے محتاط تھے۔ باوجودیکہ آپ بنی ہاشم جیسے متمول اور تونگر خاندان کے مقدس رُکن تھے لیکن ایثار کی فضیلت کے قربان گئے۔ اکثر اوقات نان وآبِ سرد پر اکتفا پاتے تھے۔ کئی کئی دن گھر میں چولھا گرم نہ ہوتا تھا اور اُولوالعزمی کا یہ حال تھا کہ تمام دُنیا کی اصلاح کا ذمہ لے کر ہمیشہ کے لئے انسان کی زندگی کے راستے کو صاف کر دیا۔ رحم وکرم۔ اور لطف وعنایات ایسی صنعتیں تھیں جو اُس دانائے راز کے اعمال وافعال شریفہ سے نمایاں ہوتی تھیں۔ آپ نے انتہائی خلوص اور پختگی کے ساتھ اہل دُنیا کو خدائے یکتا کی توحید کی دعوت دی۔ اور شرک و بُت پرستی کا نام ونشان تک مٹا دیا۔"

(ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ مصنفہ کارلائل)

مسٹر اسٹینلی لین پول

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت بااخلاق اور رحم دل بزرگ تھے۔ انکی خدا پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ آپ اِس قدر انکسار پسند تھے کہ بیماروں کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔ غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے غریبوں سے بہت زیادہ محبت کرتے۔ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے بکریوں کا دودھ دوہتے۔ اور اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے۔ بے شک وہ مقدس پیغمبر تھے۔" (اسپیچیز آف محمد مصنفہ لین پول)

مؤرخ اعظم ایڈورڈ گبن

"ہر انصاف پسند یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم، تبلیغ وہدایت خالص سچائی اور خیر خواہی پر مبنی تھی۔ آپ ظاہری شان وشوکت کو بالکل حقیر سمجھتے تھے۔ گھر کے ادنیٰ ادنیٰ کام خود کرتے تھے۔ آگ سُلگاتے۔ جھاڑو دیتے۔ اپنی جُوتیاں گانٹھتے۔ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ جَو کی روٹیاں کھاتے مگر مہمانوں کو اچھے سے اچھا کھلاتے۔ بہر اعتبار آپ مقدس بزرگ تھے۔"

(ہسٹری آف دی ورلڈ)

ولادت

عزیزم مکرم سید عبدالماجد رضوی صاحب مقیم اسلام آباد کشمیر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مورخہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۹ء کو دوسرا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ نام محمود احمد تجویز کیا گیا ہے۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت وعافیت والی لمبی زندگی دے۔ اور نیک وخادم دین بنائے۔ سید صاحب موصوف نے اس خوشی میں شکرانہ فنڈ میں مبلغ ۱۵/- روپے اور صدقہ فنڈ میں ۲۳/- روپے ادا کئے ہیں۔ جزاہم اللہ۔

خاکسار۔ محمود احمد عارف ناظر بیت المال آمد قادیان۔

درخواستہائے دُعا

۱۔ مکرم فیروز الدین صاحب انور سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کلکتہ کی والدہ محترمہ (اہلیہ محترم منشی محمد شمس الدین صاحب مرحوم) بوجہ پیرانہ سالی بہت زیادہ کمزوری وضعف محسوس کر رہی ہیں۔ موصوفہ کی صحت کاملہ اور درازی عمر کے لئے تمام بزرگان واحباب جماعت کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے۔

۲۔ مکرم فاروق احمد صاحب فانی تربتی (آندھرا پردیش) اپنے والدین کی صحت وسلامتی اور اپنی دینی ودنیوی ترقیات کے لئے جملہ بزرگان واحباب جماعت کی خدمت میں دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر بدر)

درخواستِ دُعا

میرے والد مکرم رشید احمد خاں صاحب صدر جماعت احمدیہ فیصل آباد گذشتہ دنوں تشویشناک حد تک بیمار ہو گئے تھے۔ الحمد للہ کہ اب بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت کی دردمندانہ دعاؤں کے طفیل انہیں پہلے کی نسبت کافی افاقہ ہے بطور شکرانہ مختلف مدات میں 35/- روپے ارسال کرتے ہوئے والد صاحب موصوف کی کامل صحت وشفایابی کیلئے دعاؤں کا خواستگار ہوں۔ خاکسار لطیف احمد خان مجاہد ...... فیصل آباد (پاکستان)

"اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ"
اور
مستشرقین کے اعتراضات کا رد

(از مکرم بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر - ربوہ)

کاؤنٹ آگسٹ (COUNTE AUG-USTE) ایک فرانسیسی فلاسفر تھا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کی ذات پر حملہ کرنا روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ وہ کلیسا کی بے جا حمایت پر تلا رہتا تھا اور عیسائی مذہب کی روا داری کی ابتدائی تعلیم اور اس کے اصولوں سے بے پرواہ ہو کر اپنی اسلام دشمنی میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اسے ایک مرتبہ اسپین جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں اسے تہذیب و ثقافت کے وہ شاندار کارنامے جو مسلمانوں نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں دیکھنے کا موقع ملا اس کے بعد روم چلا گیا جہاں اس نے اسلام اور بانیٔ اسلام کی سیرت کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ لٹریچر ان مصنفین کا تصنیف کردہ تھا جن کا رویہ اسلام کے بارہ میں قدرے حقیقت پسندانہ اور غیر جانبدارانہ تھا۔ دوران مطالعہ اسے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو باوجود آپ کے ناخواندہ ہونے کے غیر معمولی کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔

وہ اس سوچ میں پڑ گیا کہ ایک عرب جس کی بود و باش صحرا میں ہوئی ہو اور جو نہ لکھ سکتا ہو نہ ہی پڑھ سکتا ہو اسلام جیسا مذہب قائم کر جائے جو نہ صرف بلند و بالا اصولوں اور تعلیمات پر مشتمل ہو بلکہ دوسرے مذاہب سے بھی فوقیت لے جائے۔ جب اس کی پاپائے روم پائس نہم (PIUS IX) سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوپ سے یہ سوال کیا کہ کیا یہ صحیح ہے جیسا کہ مسلمان مصنفین اور ان کی تاریخ بتاتی ہے کہ محمدؐ ناخواندہ تھے۔ پوپ نے جواب دیا "ہاں محمدؐ ناخواندہ تھے"۔ یہ جواب پاتے ہی اس فلاسفر نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر دے مارے اور کہا کہ

"میں محمدؐ سے اپنی خطاؤں اور قصوروں کی معافی کا خواستگار ہوں میں نے آپ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور میں بڑی سزا کا مستحق ہوں۔ اب مجھ پر آپ کی صداقت آشکار ہو چکی ہے اور میں ایمان لاتا ہوں کہ آپ کی ذات خدا تعالیٰ سے تو کمتر ہے لیکن جملہ بنی آدم سے برتر ہے۔"

(THE WESTERN WORLD AND FAITH OF ISLAM BY احمد مظہر الاعظمی بحوالہ اسلامک ریویو نومبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۱)

اگر کوئی طالب حق غیر جانبدارانہ اور خلوص نیت کے ساتھ اسلام کی صداقت کو پرکھنا چاہے تو اسلام کی صداقت اس پر جلد آشکار ہو جاتی ہے۔ فرانسیسی فلاسفر COUNTE AUGUSTE کو نظریاتی لحاظ سے اسلام کی آغوش میں لانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "النبی الامی" یعنی ناخواندہ نبی ہونا ہی کافی تھا۔ مستشرقین کو جب یہ علم ہوا "النبی الامی" کے الفاظ میں اس قدر جاذبیت ہے کہ ایک فلاسفر جس کا اسلام اور بانیٔ اسلام کو برا بھلا کہنا روزمرہ کا معمول تھا عیسائیت کا لبادہ اتار کر اسلام کی خلعت پہن لیتا ہے تو انہوں نے "النبی الامی" پر بھی مختلف حیلہ سازیوں سے پردہ ڈالنے کی ناکام سعی شروع کر دی۔ جیسا کہ ڈاکٹر ٹزڈل لکھتے ہیں:

"قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "النبی الامی" کا خطاب دیتا ہے مسلمان اس کے معنی ناخواندہ بتاتے ہیں مگر ربی جیگر کے نزدیک اس کے معنی ناخواندہ کے نہیں بلکہ غیر یہودی کے ہیں۔"

(ماخذ القرآن از ڈاکٹر ٹزڈل)

ربی جیگر نے تو اس کے معنی "غیر یہودی" کے کئے ہیں کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اشعیا ۲۹/۱۱-۱۲ میں ایک "ناخواندہ نبی" کی پیشگوئی ہے اور وہ اس قرآنی حقیقت پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔

بالفرض اگر ربی جیگر کے بقول "الامی" کے معنی غیر یہودی کے مان لئے جائیں تب بھی قرآن مجید میں ایک اور جگہ آپؐ کے ناخواندہ ہونے کا ذکر صراحت سے بیان ہوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ تھے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ (العنکبوت آیت ۴۹)

ترجمہ:- اس (یعنی قرآن مجید) کے نازل ہونے سے پہلے تو کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا۔ نہ لوگوں کو سناتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے والے شبہ میں پڑ جاتے۔

قرآن مجید کا مذکورہ بالا بیان کتنا واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ تھے اس آیت شریفہ میں دونوں تلاوتوں کی نفی کی گئی ہے۔

(اوّل) وہ تلاوت جو کتاب کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ (دوم) اس تلاوت کی بھی جو زبانی کی جاتی ہے۔ من کتٰب کہہ کر کتب سماویہ کی نفی کی ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپؐ نے توریت و انجیل پڑھ کر یا سن کر قرآن مجید مرتب کر لیا ہے تو اس اعتراض کا اس آیت سے ردّ فرمایا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ کے سامنے تورات پڑھنی شروع کی تو آپ نے خفگی کا اظہار فرمایا۔ (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے صحابہؓ کو توریت وغیرہ پڑھنے سے منع فرمائیں اور خود اس کا مطالعہ فرمائیں۔ ولا تخطہ بیمینک میں کتب سماویہ کے لکھنے کی بھی نفی ہے ہوا توریت اور انجیل باعتبار علمی اور عملی تعلیم کے ناقص تھیں۔ توریت پڑھنے والے [illegible] بار بار بت پرستی میں [illegible] اور انجیل کے متبعین نے ایک عاجز انسان کو خدا بنا لیا لیکن قرآن مجید جس کے ذریعہ خدائے واحد و یگانہ کا چہرہ ظاہر ہوا کیا وہ توریت اور انجیل کی نقل ہو سکتا ہے

دوسری دلیل

جب غار حرا میں آپ پر پہلی وحی اقرأ باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا ما انا بقاری کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ گویا روز اوّل سے ہی آپ نے اپنا ناخواندہ ہونا ثابت کر دیا کہ "النبی الامی" کے بارہ میں سابقہ انبیاءؑ کے نوشتوں کا پورا ہونا ظاہر ہوا۔

دلیل سوم

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔

(النحل آیت ۱۰۴)

اس آیت میں کفار کے اعتراض کا تذکرہ ہے کہ کفار کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ پر کوئی وحی یا الہام نازل نہیں ہوتا بلکہ انہیں کوئی بشر سکھاتا ہے قرآن مجید نے اس شخص کا نام نہیں دیا البتہ تاریخ و تفاسیر میں مختلف لوگوں کے نام بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً (۱) عائش یا یعیش (۲) ابو فکیہہ (روح المعانی) یسار اور جبر (فتح البیان جلد ۵) بلعام (قلیس) عداس (در منثور) حضرت سلمان فارسی (کشاف) سنطوری راہب بحیرہ جس کا نام سرگس تھا (المسعودی) سوائے مؤخر الذکر کے جس کا فرضی قصہ بیان کیا گیا ہے۔ باقی جن اشخاص کے نام اوپر بیان ہوئے ہیں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ جبر کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ بہت دیر بعد مسلمان ہوا تھا۔ جب اس سے سوال کیا گیا۔ کَانَ يُعَلِّمُكَ مُحَمَّدٌ؟ کیا تم محمدؐ کو سکھاتے ہو۔ جواب دیا لَا بَلْ هُوَ يُعَلِّمُنِيْ نہیں میں سکھاتا بلکہ محمدؐ مجھے سکھاتا ہے۔ (روح المعانی جلد ۱۴)

آج جبکہ احادیث، سیر اور تواریخ کی کتب کثرت سے لکھی جا چکی ہیں۔ ان مذکورہ بالا اشخاص پر اگر کسی کو آنحضرتؐ کی معلمی کا شرف حاصل ہوتا تو وہ [illegible] انداز میں اس کا ذکر کرتا اور [illegible] اسے ضبط تحریر میں لے آتے۔

دلیل چہارم

اگر کفار کا یہ اعتراض صحیح [illegible] مجید کفار عرب کو یہ تحدی کیوں کرتا کہ تم سب مل کر اپنے ناؤ لشکر سمیت قرآن مجید کی ایک سورۃ کی نظیر بنا کر پیش کرو [illegible] سکتا ہے کہ اگر آنحضرت [illegible] کوئی بشر سکھاتا ہے تو کیا وہ [illegible] صاحب اقتدار ہو کر، صاحب ثروت [illegible] کسی عربی یا عجمی کو مددگار و معاون بنا کر قرآن مجید کی ایک سورۃ کی نظیر کیوں پیش نہیں کرتے؟ ان کا ایک سورۃ کی نظیر لانے سے عاجز آ جانا ان کے بطلان کا واضح ثبوت ہے۔

پادری ویری کے اعتراضات کا رد

ریورنڈ ویری نے آنحضرتؐ کو خواندہ ثابت کرنے کے لئے اپنی طرف سے مندرجہ ذیل دلیلیں دی ہیں وہ کہتا ہے کہ

(اوّل) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی ایک ہی چھت کے نیچے پرورش ہوئی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ تو تعلیم پائیں مگر آپ نہ پائیں

(دوم) آپ کے کئی سال تک ایک اہم تجارتی کام کرنیکے باوجود یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو لکھنا نہ آتا ہو۔

(سوم) حضرت معاویہؓ جو آپ کے کاتبانِ وحی میں سے تھے آپ نے انہیں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ب" سیدھی ڈالو اور "س" کے دندانے واضح کرو۔ ایک خواندہ شخص ہی ایسا کہنے کا مجاز ہے۔

(چہارم) آپ نے اپنی وفات سے قبل قلم دوات منگائی تھی۔

یہ اعتراضات پیش کرکے ریورنڈ ویری خود ہی یہ سوال اٹھاتا ہے کہ یہ خیال کہ آنحضرتؐ کو لکھنا نہ آتا تھا مسلمانوں کو "النبی الامی" کے لفظ "امی" سے دھوکا لگا ہے کہ آپ ان پڑھ تھے گویا ویری صاحب لفظ "امی" جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت ہوتی ہے پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب میں ہر اعتراض کا بالترتیب رد لکھتا ہوں۔

(اوّل) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی عمروں میں ۲۹ سال کا فرق ہے۔ اس قدر فرق جن کی عمروں میں ہو ان کی نسبت کہنا کہ وہ ایک ساتھ ایک گھر میں تربیت پا رہے تھے ایک تو پڑھ جائے اور دوسرا ان پڑھ رہے خلاف عقل دعویٰ ہے۔ حضرت علیؓ کی پیدائش کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے شادی ہو چکی تھی اور حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال آپ کے سپرد کر دیا تھا اور اب آپ کی حیثیت ایک مالی دار رئیس کی تھی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابوطالب کی حالت غربت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو بچپن میں ہی اپنے گھر لے آئے تھے اور حضرت علیؓ نے آپ کے گھر میں ہی پرورش پائی (الایام خلفاء الاسلام صفحہ ۲۹)

پس اگر حضرت علیؓ نے اوائل عمر میں پڑھنا لکھنا سیکھا تھا تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ہی نتیجہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حصول تعلیم کی بار بار تلقین فرمائی ہے۔ اُطْلُبُوا العلم ولو کان بالصین۔ انما العلم بالتعلم وغیرہ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے مدینہ جا کر عبرانی سیکھی

(دوم) تجارت کے لئے صرف تعلیم ہی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دنیا میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بغیر تعلیم کے لوگ بڑے بڑے تجارتی امور سرانجام دیتے رہے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں جب پہلی بار ہندوستانی غیر تعلیم یافتہ مزدوروں کا طبقہ بھجوایا گیا جنہوں نے بعد میں وہاں بود و باش اختیار کر لی تھی اور بڑی بڑی تجارتی فرمیں بھی قائم کر لیں تھیں۔ کیا وہ سب تعلیم یافتہ تھے بلکہ بعد میں انہوں نے برصغیر سے جو اکاؤنٹنٹ وغیرہ ملازم رکھے تھے ان کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے حساب و کتاب رکھنا ان تجارتی فرموں کے ناخواندہ مالکوں سے سیکھا ہے۔ مکہ کے لوگوں کی اکثریت ناخواندہ تھی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نحن اُمّۃ اُمّیّۃ لانکتب ولا نحسب (البخاری) کہ ہم ناخواندہ امت ہیں جو لکھنا اور حساب رکھنا نہیں جانتی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجارتی قافلہ لے کر شام کو جاتے تو حضرت خدیجہؓ اپنا غلام میسرہ کو جو پڑھا لکھا تھا آپؐ کے ہمراہ بھجوایا کرتی تھیں۔ اس حقیقت سے پادری صاحب کا اعتراض اور بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

(سوم) حضرت معاویہ کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے کہ ان کو آنحضرتؐ نے "س" اور "ب" ٹھیک لکھنے کو کہا۔ اوّل تو حدیث ایسی معتبر نہیں ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کی باہمی رقابت کے باعث اس قسم کی وضعی احادیث بنا لی گئی تھیں تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ بنو امیہ کو علم کی طرف رغبت نہیں تھی۔ آنحضرتؐ ۲۳ سال متواتر وحی الٰہی کاتبوں سے لکھواتے رہے۔ ممکن ہے آپ کو اتنا تجربہ ہو گیا ہو کہ "ب" سیدھی نہ ڈالنے سے اور "س" کے دندانوں کو واضح طور پر نہ لکھنے سے بعد میں پڑھتے وقت الجھن پیدا ہو سکتی ہے اور تحریر مشتبہ ہو سکتی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی حروف پر نقطے لگانے کا آغاز نہیں ہوا تھا۔

(چہارم) آپ کے قلم دوات منگانے سے استدلال کرنا بھی غلط ہے کیونکہ قلم دوات حضورؐ ساری عمر منگاتے رہے جب کاتبین وحی کو بلواتے تو ساتھ ہی قلم دوات لانا بھی لازمی تھا۔ اس سے کیونکر ثابت ہوا کہ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

لفظ امّی کی تشریح

لفظ اُمّی، کے معنی ناخواندہ کے بھی ہیں اور اصل معنی اُمّ یعنی ماں سے نسبت رکھنے کے بھی ہیں اور اس وجہ سے اس کے معنی ان پڑھ کے بھی ہیں کیونکہ وہ ویسا ہی رہتا ہے جیسا کہ پہلے پیدا ہوا اور حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک اس کے معنی پاکیزہ کے بھی ہیں کیونکہ نوزائیدہ بچہ پاک ہوتا ہے اور انہی معنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ (اس مضمون کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۳ مصنف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب)

المفردات میں ہے:-

"نبی عربی کو اُمّی اس جماعت کی وجہ سے کہا گیا ہے جنہوں نے لکھنا نہ سیکھا اور اپنی عادت پر ہی رہے جیسا کہ حالی وہ ہے جو کہ عوام کی عادت پر ہو"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے پر بعض نے کہا کہ آپ نہ لکھتے اور نہ کتاب پڑھا کرتے تھے۔ ان کو یہ فضیلت حاصل تھی کہ اپنی یاد کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کی حاجت نہ رکھتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی کفالت و ذمہ داری پر اعتماد تھا جو اس نے سَنُقْرِئُكَ فلا تنسیٰ میں فرمائی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نام ام القریٰ کی نسبت ہے"۔

تاریخ کی قدیم کتب میں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ سامی نسل بلکہ تمام اقوام عالم کا مسکن و مولد خطہ حجاز رہا ہے۔ اس لئے مکہ کو ام القریٰ، ان کی زبان کو ام الالسنہ اور ان کی قوم کو ام الامم کہا گیا ہے اور خاتم الانبیاءؐ کا ظہور الٰہی نوشتوں کے مطابق اسی مکہ سے مقدر تھا اس لئے آپ کو اس جماعت اور قریہ کی نسبت کی وجہ سے "النبی الامی" کہا گیا ہے۔

تورات میں لفظ اُمّی

یہودی کتاب حدیث اسنا میں غیر یہود کو "آموۃ ہاؤلام" کہا گیا ہے۔ یعنی دین سے باہر۔ یہود عربوں کو انہی معنوں میں امّی کہتے تھے جیسا کہ اوائل اسلام میں کوئی عرب دین اسلام قبول کر لیتا تھا تو اسے "صابی" کہتے تھے یعنی دین سے خارج۔ لفظ آموۃ کا ترجمہ جو "بے دین" کیا گیا ہے درست نہیں ہے تورات میں دو جگہ آموۃ کا خطاب ملتا ہے اور دونوں جگہ قبائل عرب کو یہ نام دیا گیا ہے۔ پیدائش ۲۵/۱۶ میں فرزندان اسمٰعیل اور ان کی نسل کو آموتہ کہا گیا ہے۔ گنتی میں عرب مدیانیوں کو اسی نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یہاں دراصل آموۃ کے معنی امیین کے ہیں نہ کہ قبیلہ یا قبائل جیسا کہ فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم۔ یہودی لوگ جو عربوں کو امی کہہ کر پکارتے تھے تو حقارت کے طور پر ان کے جاہل ہونے کی طرف اشارہ کرنے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ اب کیا کوئی یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ اپنے اصلی معنوں میں استعمال ہوا ہے جسے ایک دشمن قوم حقارت کے لئے استعمال کرتی تھی۔

علم حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن ناخواندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ خاص تھی تاکہ قرآن مجید کی حقانیت اور اسلام کی صداقت کا معجزہ قائم و دائم رہے۔ باقی انبیاء کے لئے ناخواندگی کی قید کوئی مخصوص نہ تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لئے شارع نبی تھے انہوں نے ہیلیوپولس شہر کی بہت بڑی یونیورسٹی میں اعلیٰ درجے کے علوم تک رسائی حاصل کی تھی۔ یہ وہ یونیورسٹی ہے جس کی شہرت کے سبب سولون جو یونان کا مقنن تھا اور افلاطون اور فیثاغورث سب نے یہاں علم حاصل کیا۔

(ڈکشنری آف دی بائبل مصنفہ ڈاکٹر ولیم اسمتھ جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ اور انا نزا الجیلی لقد ما وراء الفیل صفحہ ۳۳)

عہد نامہ جدید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تعلیم یافتہ تھے:

"اور موسیٰ نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی اور وہ کلام اور کام میں قوت والا تھا"۔ (اعمال ۷/۲۲)

مستشرقین اور مغربی مصنفین کا تعصب اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ وہ تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دجل و فریب کے ساتھ اپنے دلائل کو تقویت دینے کی سعی کرتے ہوئے اسلام کی صداقت کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً عربی زبان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "منن الرحمٰن" میں یہ ثابت کیا ہے کہ عربی ہی "ام الالسنہ" ہے لیکن چونکہ عربی مسلمانوں کی زبان ہے اس لئے مستشرقین نے اسے قابل اعتناء نہ سمجھا اور انہوں نے سارا زور اس بات پر صرف کیا کہ سنسکرت ہی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ صرف چند الفاظ جو سنسکرت اور یورپ کی زبانوں کے مشابہ پائے گئے تھے انہیں

دیکھو گویا یہ نظریہ قائم فرمایا کہ سنسکرت ام تمام زبانوں کی ماں ہے جس میں یورپ کی جملہ زبانیں شامل ہیں۔ یہ نظریہ ایک عرصہ تک تو مقبول رہا لیکن بالآخر یہ حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امیت پر نہایت ہی مدلل اور واضح طور پر براہین احمدیہ حصہ چہارم میں بحث کی ہے۔ اس میں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"..... اس جگہ عجیب بر عجیب اور بات ہے یعنی یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے اُمّی کو عطا کئے گئے کہ جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا محض تھا اور نہ کسی اہل علم یا حکیم کی صحبت میسر آئی تھی۔ بلکہ تمام عمر جنگلیوں اور وحشیوں میں سکونت رہی۔ انہیں میں پرورش پائی اور انہیں میں سے پیدا ہوئے اور انہیں کے ساتھ اختلاط رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی اور ان پڑھ ہونا ایک ایسا ہی بدیہی امر ہے کہ کوئی تاریخ دان اسلام اس سے بے خبر نہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۷۱ و ۴۷۲ طبع اوّل)

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"پس یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو عیسائیوں اور یہودیوں میں اہل علم اور صاحب انصاف تھے کہ جب وہ ایک طرف آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت پر نظر ڈال کر دیکھتے تھے کہ محض اُمّی ہیں کہ تربیت اور تعلیم کا ایک نقطہ بھی نہیں سیکھا اور نہ کسی مہذب قوم میں بود و باش رہی اور نہ مجالس علمیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا اور دوسری طرف وہ قرآن شریف میں صرف پہلی کتابوں کے قصے نہیں بلکہ صدہا باریک صداقتیں دیکھتے تھے جو پہلی کتابوں کی تکمیل اور متمم تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمیت کو سوچنے سے اور پھر اس تاریکی کے زمانہ میں ان کمالات علمیہ کو دیکھنے سے اور نیز انوار ظاہری اور باطنی کے مشاہدہ سے نبوت آنحضرتؐ کی ان کو اظہر من الشمس معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ اگر ان مسیحی فاضلوں کو آنحضرتؐ کے اُمّی اور مؤید من اللہ ہونے پر یقین کامل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ ایک ایسے دین سے جس کی حمایت میں ایک بڑی سلطنت قیصر روم کی قائم تھی اور جو نصف ایشیا میں بلکہ بعض حصوں یورپ میں بھی پھیل چکا تھا اور بوجہ اپنی مشرکانہ تعلیم کے دنیا پرستوں کو عزیز اور پیارا معلوم ہوتا تھا صرف شک اور شبہ کی حالت میں الگ ہو کر ایسے مذہب کو قبول کر لیتے جو باعث تعلیم توحید کے تمام مشرکین کو برا معلوم ہوتا تھا اور اس کے قبول کرنے والے ہر وقت چاروں طرف سے معرض ہلاکت اور بلا میں تھے۔ پس جس چیز نے ان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیرا وہ یہی بات تھی جو انہوں نے آنحضرتؐ کو محض اُمّی اور سراپا مؤید من اللہ پایا اور قرآن شریف کو بشری طاقتوں سے بالاتر دیکھا اور پہلی کتابوں میں اس آخری نبی کے آنے کے لئے خود بشارتیں پڑھتے تھے سو خدا نے ان کے سینوں کو ایمان لانے کے لئے کھول دیا اور ایسے ایماندار نکلے جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنے خونوں کو بہایا۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۸۶ تا ۴۸۸ طبع اوّل)

پھر حضور فرماتے ہیں:

"اب خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ اُمّی نہ ہوتے تو مخالفین اسلام بالخصوص یہودی اور عیسائی جن کو علاوہ اعتقادی مخالفت کے یہ بھی حسد اور بغض دامن گیر تھا کہ بنی اسرائیل میں سے رسول نہیں آیا بلکہ ان کے بھائیوں میں سے جو بنی اسماعیل ہیں آیا۔ وہ کیونکر ایک صریح امر منشاء وقت پا کر خاموش رہتے۔ بلاشبہ ان پر یہ بات بکمال درجہ ثابت ہو چکی تھی کہ جو کچھ آنحضرتؐ کے منہ سے نکلتا ہے وہ کسی اُمّی اور ناخواندہ کا کام نہیں اور نہ دس بیس آدمیوں کا ہے تب ہی تو وہ اپنی جہالت سے اعانہ علیہ قوم آخرون کہتے تھے اور جو ان میں سے دانا اور واقعی اہل علم تھے وہ بخوبی معلوم کر چکے تھے کہ قرآن انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور ان پر یقین کا دروازہ ایسا کھل گیا تھا کہ ان سے حق میں خدا نے فرمایا یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ یعنی اس نبی کو ایسا شناخت کرتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو شناخت کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ دروازہ یقین اور معرفت کا کچھ ان کے لئے ہی نہیں کھلا بلکہ اس زمانہ میں بھی سب کے لئے کھلا ہے کیونکہ قرآن شریف کی حقانیت معلوم کرنے کے لئے اب بھی وہی معجزات قرآنیہ اور وہی تاثیرات فرقانیہ اور وہی تائیدات غیبی اور وہی آیات لاریبی موجود ہیں جو اس زمانہ میں موجود تھی خدا نے اس دین قویم کو قائم رکھنا تھا اس لئے اس کی سب برکات اور سب آیات قائم رکھی اور عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کے ادیان محرفہ اور باطلہ اور ناقصہ کا استیصال منظور تھا۔ اس جہت سے ان کے ہاتھ صرف قصے ہی قصے رہ گئے اور برکت حقانیت اور تائیدات سماویہ کا نام نشان نہ رہا۔ ان کی کتابیں ایسے نشان بتلا رہی ہیں جن کے ثبوت کا ذرا نشان ان کے ہاتھ میں نہیں صرف گذشتہ قصوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ مگر قرآن شریف ایسے نشان پیش کرتا ہے جن کو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۹۵ تا ۴۹۸ طبع اوّل)

میں اپنے اس مضمون کو گلیڈ اسٹون وزیر اعظم برطانیہ کی اس پارلیمانی تقریر کے اقتباس پر ختم کرتا ہوں اس نے کہا:۔

"THIS LITTLE BOOK AS LONG AS IT EXISTS IN THE WORLD YOU CAN NOT CRUSH THE MUSLMANS"

"یعنی جب تک یہ چھوٹی کتاب یعنی قرآن مجید دنیا میں موجود ہے تم مسلمانوں کو فنا نہیں کر سکتے۔"

(اقتباس از تقریر علامہ علاؤ الدین صدیقی صدر اسلامی مشاورتی کونسل حکومت پاکستان بحوالہ پیغام صلح ۲۰ فروری ۱۹۶۹ء)

اعلانِ نکاح

مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۶۹ء بعد نماز مغرب وعشاء مسجد مبارک میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے عزیزہ فریدہ آصفہ صاحبہ بنت مکرم مولوی کمال الدین صاحب مرحوم ساکن مدراس کے نکاح کا اعلان مکرم عزیزم نصیر احمد صاحب ابن مکرم سیٹھ رشید احمد صاحب مرحوم ساکن حیدر آباد کے ساتھ مبلغ دس ہزار روپیہ حق مہر پر فرمایا۔ محترمہ امۃ المنیر بیگم صاحبہ والدہ عزیزم نصیر احمد صاحب نے اس خوشی کے موقعہ پر مبلغ پندرہ روپیہ اعانت بدر مبلغ پندرہ روپیہ درویش فنڈ مبلغ دس روپیہ شکرانہ فنڈ اور مبلغ دس روپیہ صدقہ کی مدات میں ادا فرمائے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

احباب جماعت اس رشتہ کے بابرکت ہونے اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ مبارک کرے۔ آمین۔

خاکسار: محمد انعام غوری

درخواستِ دعا

کشمیر کے ایک غریب اور ضعیف زدہ احمدی بھائی کی فوری امداد کے لئے ہماری جماعت کے بیشتر احباب جن میں احمدی کم سن بچے اور مستورات بھی شامل ہیں، نے اپنے طور پر کوشش کر کے مبلغ ۲۵۳/۵۰ روپیہ مہیا کئے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام امداد دہ کنندگان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

نیز خاکسارہ معدے اور ہاتھ کی تکلیف میں مبتلاء ہے اپنی کامل صحت و شفایابی کے لئے بھی بزرگان سلسلہ کی دعاؤں کی محتاج ہوں۔

خاکسارہ سعیدہ بشریٰ۔ اونہ گام (کشمیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فریضۂ تبلیغ

از: — محمد انعام غوری

میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت پسند تھی اور تنہائی میں خُدا کی یاد آپؐ کا محبوب مشغلہ تھا۔ دُنیا کے ہنگاموں میں آپؐ کا جی نہ لگتا، پھر جب اپنے گرد وپیش کا ماحول اور تمام دنیا کی عموماً اور اقوام عرب کی خصوصاً، روحانی اور اخلاقی پستی کو دیکھتے تو سخت غمگین ہو جاتے اور اس غم سے بوجھل ہوکر دو دو تین تین دن کا زاد ساتھ لئے "غار حرا" کی طرف چلے جاتے۔ جہاں اپنے خالق حقیقی کے حضور شبانہ روز دُعاؤں میں معروف رہتے۔ کہ خدایا! اس گم گشتہ راہ مخلوق کی ہدایت کے سامان فرما اور اسی طرح مخلوق خدا کی ہمدردی کے جوش میں رو رو کر اپنا جی ہلکا کرتے رہتے — سالہا سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ غار حرا کی یہ دُعائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مطہر سے نکلے یہ بخارات، عرش الٰہی تک پہنچے اور رحمت کی بارش بن کر زمین پر برسے — چنانچہ سن شریف جب آپؐ کا چالیس برس کا ہُوا تو ایک دن غار حرا ہی میں کشفی نظارہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا جو خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ وحی لے کر اترے :-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝
اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝
الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝
(سُورۃ العلق آیات ۲ تا ۶)

کہ "تمام دنیا کو اپنے رب کے نام پر جس نے تجھ کو اور کُل مخلوق کو پیدا کیا ہے پڑھ کر آسمانی پیغام سُنا دے۔ وہ خدا جس نے انسان کو ایسے طور پر پیدا کیا ہے کہ اس کے دل میں خدا تعالےٰ اور اس کی مخلوق کی محبّت کا بیج پایا جاتا ہے۔ ہاں سب دُنیا کو یہ پیغام سُنا دے کہ تیرا رب جو سب سے زیادہ عزّت والا ہے۔ تیرے ساتھ ہوگا۔ وہ جس نے دُنیا کو علوم سکھانے کے لئے قلم بنایا ہے اور انسان کو وہ کچھ سکھانے کے لئے آمادہ ہُوا ہے جو اس سے پہلے انسان نہیں جانتا تھا۔"

اس وحی کے ذریعہ جو سب سے پہلی قرآنی وحی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر ظاہر کر دیا۔ کہ اب خلوت سے نکل کر آپ کو جلوت میں آنا ہوگا۔ اور جو پیغام اب آپ کو دیا جارہا ہے وہ تمام دنیا تک پہنچانا ہوگا۔ گویا آپؐ کا مشن عالمگیر تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آپؐ کا دعویٰ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :-

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔
(الاعراف آیت ۱۵۹)

کہ اے تمام لوگو میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس پیغام کے جو سب سے پہلے مخاطب تھے وہ عرب قوم تھی۔ جس کا یہ حال تھا کہ اطاعت و فرمانبرداری کے نام تک سے وہ واقف نہ تھے ان کی سخت گیر اور غیر مطیع طبیعتوں کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ گزشتہ کسی زمانے میں بھی کوئی ایک سلطنت تمام عرب پر قابض نہ ہو سکی تھی۔ جہالت حد درجہ تھی۔ اخلاقی انحطاط اس قدر تھا۔ کہ کوئی بُرائی ایسی نہ تھی جو ان میں پائی نہ جاتی ہو۔ اور جب اخلاق ہی نہ تھے تو روحانیت کا ذکر ہی کیا۔ بس شرک کا دَور دورہ تھا — ایسی قوم میں تبلیغ کا کام سپرد ہُوا۔ شرک کی تردید اور توحید کے قیام کا کام سپرد ہُوا۔ ان کے دلوں کو جیتنے اور ان کو شرک کی آلائش سے پاک کر کے خدائے واحد کی محبت اُن میں بھرنے کا کام تھا۔ گویا ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان بنانے کا کام تھا۔

اس عظیم ذمّہ داری اور دوسری طرف ماحول کی حالت اور اپنی بے سروسامانی کو دیکھ کر بشری تقاضا کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت فکر دامنگیر ہوئی۔ آپؐ گھبرائے ہوئے گھر آئے اور آتے ہی لیٹ گئے اور اپنی زوجۂ مطہرہ سے فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ۔ کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ جب ذرا سکون ہُوا تو آپؐ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، میرے سرتاج کو کس امر نے اس قدر پریشان کر دیا ہے۔ تب آپؐ نے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ اور فرمایا میرے جیسا کمزور انسان اس عظیم ذمّہ داری کو کس طرح ادا کر سکے گا؟ حضرت خدیجہؓ نے تسلّی دیتے ہوئے عرض کیا :-

كَلَّا وَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا

..... الخ۔ خدا کی قسم خدا تعالےٰ ہرگز آپؐ کو اس کام میں ناکام نہیں کرے گا۔ بے شک ذمّہ داری بڑی عظیم ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو استعدادیں بھی عظیم عطا فرمائی ہیں۔ آپؐ تو نہایت اعلیٰ اوصاف کے مالک ہیں۔ رشتہ داروں کے ساتھ حُسن سلوک آپ کرتے ہیں۔ بے کس و بے مددگار لوگوں کا بوجھ آپ اُٹھاتے ہیں۔ اور ناپید اخلاق سے آپ متصف ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی آپ کرتے ہیں۔ اور سچی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد آپ کرتے ہیں۔ ایسے انسان کو خدا تعالیٰ کیونکر ناکام کر سکتا ہے —!

ذمّہ داری کا احساس

جتنا بڑا کوئی کام ہوگا۔ اُتنی ہی زیادہ اُس پر ذمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور جب تک ذمّہ داری کا احساس نہ ہو صحیح معنوں میں کام نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی اپنی عظیم تر ذمّہ داری کا شدّت سے احساس ہو گیا۔ اور اسی کے نتیجہ میں آپؐ بمقتضائے بشریت سخت گھبرا گئے — ذمّہ داری کا یہ احساس جو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ اور قُمْ فَاَنْذِرْ کے حکم کے ساتھ آپؐ کے دل میں پیدا ہُوا، زیست کے آخری لمحات تک قائم رہا۔ سُورۂ ھُود میں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ، تو استقامت کا اس قدر احساس آپؐ کو ہُوا کہ آپؐ نے فرمایا سورۂ ھُود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ ذمّہ داری کا یہ احساس ہی تھا کہ وفات سے ایک سال قبل حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے لوگوں سے بجا یہ گواہی حاصل کی کہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ کا جو حکم آپ کو دیا گیا تھا آپؐ نے خدا کے فضل سے اسے پُورا کر دیا ہے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں لوگوں کے درمیان خطبہ دیا اور آخر میں بلند آواز سے آپؐ نے فرمایا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ سنو کیا میں نے اللہ تعالےٰ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے سب لوگوں نے یکزبان ہوکر یہ گواہی دی اَللّٰهُمَّ نَعَمْ کہ ہاں اے خُدا تیرے اس پیارے حبیب اور ہمارے آقاؐ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔

اخلاقی و ایمانی جرأت اور استقامت

پیغام حق کی تبلیغ کے لئے اخلاقی و ایمانی جرأت اور استقامت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک بات جو دوسرے کی مرضی اور دوسرے کے عقیدے کے خلاف ہو۔ اُس کو بتانا، سمجھانا اور قائل کرنے کی کوشش کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اس تبلیغ کے نتیجہ میں مخاطب کی طرف سے شدید ردّعمل اور شدید مخالفت کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور دُنیوی نقصانات کے سو اندیشے اس مُبارک کام کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

کفّارِ مکّہ کو ۳۶۰ بتوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے پر آمادہ کرنا۔ اُن کو اُن کے عقائد و اعمال کی غلطیوں پر متنبّہ کرنا اور ان کی اصلاح کرنا کوئی معمولی اور آسان کام تو نہ تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خدائے واحد کی تبلیغ شروع کی تو کفّارِ مکّہ کی طرف سے شدید ناگواری کا اظہار ہُوا۔ اور وہ مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور کہا اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (صٓ : ۶) کیا اس شخص نے ہمارے تمام معبودوں کو ختم کر کے ایک ہی معبود بنا دیا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اور ایسی بات تو ہم نے پہلے کبھی نہیں سُنی۔ پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ساحر کہا کبھی کذّاب کہا کبھی مجنون کہا (نعوذ باللہ من ذٰلک) اور صرف زبانی ایذا رسانیوں تک یہ مخالفت محدود نہ رہی بلکہ طرح طرح کی تکالیف آپؐ کو پہنچائی گئیں۔ اور یہ مخالفت کوئی ایک دو دن، مہینہ دو مہینے یا سال دو سال نہیں بلکہ متواتر تیرہ ۱۳ سالوں تک جاری رہی۔ اور مخالفت بھی اس قدر شدید کہ اس کے واقعات کو پڑھنے اور سُننے والا کانپ اُٹھتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ گھبرائے اور نہ جھکے۔ اور نہ تبلیغ کے کام میں ذرا سستی آئی۔ کفّارِ مکّہ کی ان ایذا رسانیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی گھبرا اُٹھے۔ لیکن آپؐ کے پایۂ استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے صحابہ کی تکلیف کا خیال کر کے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ لیکن آپؐ خود ان تکالیف اور مخالفت کے طوفان میں گھرے اپنے مشن میں لگے رہے۔

بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت اور استقامت کے آگے کفّارِ مکّہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ لیکن ایک اور طریقہ سے آپؐ کو اپنے مشن سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ وہ مصالحت پر آمادہ ہوئے اور آپؐ سے کہا کہ آپ اپنی تبلیغ بند کر دیں ہم آپ کی مخالفت بند کر دیں گے۔ اور وہ قوم جو کبھی کسی کی مطیع و فرمانبردار نہ ہوئی تھی، اُس نے یہ تجویز آپؐ کے سامنے رکھی کہ اگر آپ توحید کی تبلیغ بند کر دیں گے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں گے۔ اگر مال و دولت کی خواہش ہے تو آپ کو ہم دُنیا کا امیر ترین انسان بنا دیں گے اگر شادی کی خواہش ہے تو حسین ترین لڑکی آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ ہم آپ کو اپنے سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہیں مگر شرط صرف یہ ہے کہ آپ توحید کی تبلیغ کا سلسلہ بند کر دیں۔

لیکن قُربان جائیں ہم اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی و ایمانی جرأت اور بے مثال استقامت پر کہ آپؐ نے جواب میں اُنہیں فرمایا۔ تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ خدا کی قسم اگر تم میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لاکر

رکھ دیں تب بھی میں اپنے خدا تعالیٰ کی توحید کا وعظ کرنے سے رُک نہیں سکتا۔ میں اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ جب تک خدا مجھے موت دے۔

مؤثر طریقہ تبلیغ

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں مؤثر تبلیغ کا یہ اصول بتایا ہے کہ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل آیت ۱۲۶)

لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے ربّ کی راہ طرف بُلا اور اس طریق سے جو سب سے زیادہ اچھا ہو اُن سے (اختلافات کے متعلق) بحث کر ـــــ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق مبارک تھا۔ کہ آپؐ لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق بات کرتے۔ بچوں کو، مردوں کو اور عورتوں کو اُن کی استعداد کے مطابق نصیحت فرماتے عالم کے ساتھ عالمانہ اور ایک جاہل اَن پڑھ کے ساتھ نہایت سادہ اور سہل، نغیم گفتگو فرماتے۔ آپؐ فصیح اللسان اور نادر الکلام تھے۔ جوامع الکلم آپ کو عطا کئے گئے تھے یعنی کلام مختصر ہوتا لیکن اس کے معانی و مطالب کثیر ہوتے۔ آپؐ کو غیر معمولی فراست عطا ہوئی تھی۔ اللہ کے نور سے آپ لوگوں کو دیکھتے اور فوراً پہچان لیتے کہ کیسی طبیعت اور کیسی استعداد کا مالک ہے۔

مبلّغ اعظم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طریق مبارک سے اور اپنے اُسوۂ حسنہ سے بتا دیا کہ تبلیغ کس رنگ میں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ کبھی ایسا ہُوا کہ آپؐ نے لوگوں کو ایک مقام پر اکٹھا کیا اور جلسہ عام کی صورت میں مجمع میں تقریر فرمائی اور پیغام حق پہنچایا۔ کبھی ایسا بھی ہُوا کہ چند لوگوں کو منتخب کر کے اپنے گھر میں مدعو کر کے ان کی تواضع کا اہتمام کیا اور بعد تواضع تبلیغ فرمائی۔ اور اکثر اوقات میرا آقا تن تنہا یا ایک دو ساتھیوں کی ہمراہی میں جگہ بہ جگہ حق کی منادی کرتا نظر آتا ہے۔ کبھی عکاظ کے میلے میں، اور کبھی مجنّہ اور ذوالمجاز کے میلوں میں، جہاں کہ لوگ بکثرت جمع ہوتے آپؐ جاتے اور اُنہیں تبلیغ کرتے۔ اور حج کے موسم میں خیمہ خیمہ پھر کر خدائے واحد کا پیغام پہنچاتے۔ اگرچہ ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اشد ترین معاندین آپؐ کا تعاقب کرتے رہتے اور آپؐ کی تبلیغ کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری توجہ۔ محنت۔ لگن اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل اور اپنے مشن کی کامیابی پر کامل یقین کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہتے۔

اُس زمانے میں رسل و رسائل کی سہولتیں اور نقل مکانی اور میل ملاقات کے وہ ذرائع جو آجکل میسّر ہیں، کہاں تھے۔ مگر ان سب دقّتوں اور بے سرو سامانیوں کے باوجود آنحضرت صلی علیہ وسلم نے عوام الناس کو بھی تبلیغ کی اور خواص الناس کو بھی۔ بلکہ مختلف ممالک کے بادشاہوں تک بھی قاصدوں کے ذریعہ خصوصی خطوط ارسال کر کے پیغام حق پہنچا دیا۔

عملی نمونہ

سب سے مؤثر ذریعہ تبلیغ کا، مبلّغ کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ مبلّغ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم آیت ۵)

آپؐ نہایت اعلیٰ اور عظیم اخلاق کے مالک تھے۔ دشمن بھی آپؐ کو صدوق اور امین کہتے اور عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کی گواہی دیتے۔ اور اخلاق فاضلہ ہی آپؐ کو یکتائے روزگار تسلیم کرتے ـــــ جس بات کی آپؐ تبلیغ کرتے اُس پر خود عمل پیرا ہوتے۔ جس امر کی دوسروں کو تلقین فرماتے سب سے پہلے آپؐ اس پر عمل کر کے دکھاتے۔ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بابت پُوچھا تو آپؓ نے بڑا پیارا جواب دیا کہ

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ

کہ آپؐ کے اخلاق معلوم کرنے ہوں تو قرآن کریم کو پڑھ جاؤ۔ جس قدر اخلاقی تعلیم قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے اُس پر پہلے آپؐ نے عمل کر کے دکھایا اور پھر اُس کی قولاً تبلیغ کی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر سے مکّہ تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک بڑھیا نظر آئی۔ جو سامان کی ایک گٹھڑی پاس رکھے سستانے بیٹھ گئی تھی۔ آپؐ اُس کے قریب گئے اور پُوچھا امّاں! کہاں جانا ہے۔ اُس نے کہا بیٹا! مکّہ تک جانا ہے۔ تھک گئی تھی تو ذرا سستانے بیٹھ گئی۔ آپؐ نے وہ گٹھڑی اپنے سر پر اُٹھائی اور فرمایا چلو میں نے بھی وہیں جانا ہے۔ تمہیں بھی پہنچا دوں ـــ جب گھر پہنچی تو تشکّر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بڑھیا نے پیار سے کہا بیٹا! میں تمہیں اس حسن سلوک کے عوض اور تو کچھ دے نہیں سکتی۔ البتہ ایک نصیحت کرتی ہوں۔ سُنتی ہوں ایک جادوگر اِس بستی میں آیا ہُوا ہے۔ تم بھولے بھالے انسان نظر آتے ہو۔ ذرا اس جادوگر سے بچ کر رہنا۔ آپؐ نے اس بڑھیا سے پُوچھا کیا نام ہے اُس جادوگر کا۔ کہنے لگی محمد، محمد اس کو کہتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے فرمایا امّاں محمّد تو میں ہی ہوں۔ اُس بڑھیا نے کہا اگر تم ہی محمّد ہو تو لوگ جھوٹے ہیں اور تم سچّے ہو۔ اور اُسی وقت وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی ـــ!

آپؐ کا یہ اُسوۂ حسنہ ہی تھا جس نے پتھر دلوں میں سے خدائے واحد کے عشق کے چشمے جاری کر دیئے۔ اور آپؐ کی مؤثر تبلیغ اور پاک اُسوہ ہی کا اثر تھا کہ وہ کام جو قُمْ فَاَنْذِرْ کے حکم سے تنہائی اور بے سرو سامانی کی حالت میں شروع ہُوا تھا وہ ۲۳ سال کے مختصر سے عرصہ میں سارے عرب پر محیط ہو گیا اور سارا جزیرۂ عرب مسلمان ہو گیا۔

خیر خواہی کے حقیقی جذبات

نوع انسان کی ہمدردی کا جذبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہُوا تھا۔ آپؐ کی زندگی کے دو ہی عظیم مقاصد تھے۔ ایک اپنے خالقِ حقیقی سے عشق اور دوسرے مخلوقِ خدا سے ہمدردی ـــ نوع انسان کی خیر خواہی کے حقیقی جذبات ہی تھے جو آپؐ کو بعثت سے قبل کشاں کشاں غارِ حراء کی طرف لئے جاتے۔ نوع انسان کی ہمدردی کا ہی جذبہ تھا۔ کہ آپؐ نے ہزار مخالفتوں کے باوجود

لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (انعام آیت ۹۱)

کہہ کر رات دن ان کی فلاح و بہبود اور ان کی ہدایت کی فکر میں لگے رہے۔ آپؐ کو ان کی ایذا رسانیوں اور اپنی تکالیف کا مطلق احساس نہ تھا۔ آپؐ پر سب سے گراں دن وہ ہوتا جب کوئی آپؐ کی بات سُننے والا نہ ملتا۔ مکّہ کے لوگوں نے جب آپؐ کی بات ہی سُننا بند کر دیا۔ تو آپؐ نے طائف کی بستی کا رُخ کیا اور وہاں جا کر انہیں تبلیغ کی لیکن انہوں نے اس بھلائی و خیر خواہی کے بدلے آپؐ کے ساتھ بُرا بلکہ نہایت ظالمانہ سلوک کیا۔ ان بدبختوں نے آپؐ پر پتھر برسائے اور لہولہان کر کے میرے آقاؐ کو طائف کی بستی سے نکال دیا۔ زخموں سے نڈھال ہو کر آپؐ راستے میں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ اُس وقت پہاڑوں کا فرشتہ آپؐ کے پاس آیا۔ اور کہا خدا تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپؐ حکم دیں۔ تو طائف کے دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا کر اس بستی کے باشندوں کو پیس کر ہلاک کر دوں۔ رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں میری تکلیف کی کوئی بات نہیں۔ انہیں ہلاک نہ کرنا۔ اور فرمایا مجھے اُمید ہے انہی لوگوں میں سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو خدائے واحد کے آستانہ پر جھکیں گے۔

دُعا

نوع انسان کی سچّی ہمدردی اور خیر خواہی کے حقیقی جذبات سے سرشار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں دن بھر لوگوں کو وحدانیت کی تبلیغ کرتے وہاں رات کی تاریکی میں اپنے بستر کو چھوڑ دیتے اور خدا تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں لگ جاتے اور عرض کرتے خدایا! میں نے حتی المقدور تیرے پیغام کے پہنچانے میں سعی کی۔ لیکن ہدایت دینا تو تیرا ہی کام ہے۔ دل تو تیرے قبضے میں ہیں۔ تو میری کوششوں کو بارآور فرما۔ اور ان کے سینوں کو ہدایت کے لئے کھول دے۔ ـــــ اس قدر گریہ و زاری اور درد و الحاح سے آپؐ نے متواتر دعائیں فرمائیں اور اس قدر ان کی ہدایت کے لئے آپؐ فکر میں رہتے کہ عرشِ بریں پر خدا تعالیٰ کو بھی آپؐ کی حالت پر رحم آیا اور فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (کہف آیت ۷) کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا) اگر وہ اس عظیم الشان کلام پر ایمان نہ لائیں تو تُو ان کے غم میں شدّتِ افسوس کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا؟

بہرحال خدا تعالیٰ نے آپؐ کی شبانہ روز انتھک تبلیغی کاوشوں اور آپؐ کے عملی نمونہ اور اندھیری راتوں کی عاجزانہ و متضرعانہ دعاؤں کے نتیجہ میں عرب کی کایا پلٹ دی۔ وہ جو تین سو ساٹھ بتوں کے پرستار تھے، خدائے واحد کے متوالے ہو گئے۔ وہ جو دن میں پانچ وقت شراب پینے والے تھے، پنجگانہ نمازوں کے عادی بن گئے۔ اور ایسا زبردست روحانی اور اخلاقی انقلاب سرزمینِ عرب میں رونما ہُوا کہ دُنیا دنگ رہ گئی۔

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہو گئے اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہُوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا تھا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"
(برکات الدعا)

سیرت آنحضرت صلعم کے چند دلکش پہلو

بقیہ صفحہ ۱

(۱۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اجنبی آیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کی خاطر تواضع کی اور چونکہ رات ہو گئی تھی اُسے سونے کے لئے بستر بھی دیا۔ اصل میں یہ شخص بد باطن تھا اور دشمن تھا۔ رات کو جان بوجھ کر اس نے بستر کو گندا کر دیا اور صبح سویرے وہاں سے چپکے سے چلا گیا لیکن کچھ دُور جاکر اُسے یاد آیا کہ وہ اپنی تلوار اس جگہ بھول گیا ہے۔ چنانچہ واپس آیا اور چپکے چپکے اپنی تلوار لینے چلا۔ اس نے دیکھا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک سے اس شخص کے گند کو صاف کر رہے ہیں۔ پھر اس شخص پر نظر پڑی تو فرمانے لگے کہ آپ اپنی تلوار یہاں بھول گئے تھے۔ مَیں نے احتیاط سے وہاں رکھی ہے۔ آپ لے جائیں۔ لیکن اس بستر کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی کوئی ملامت کی۔ اس شفقت بھرے سلوک کو دیکھ کر وہ شخص اپنے کئے پر بہت متأسف ہوا اور فوراً اسلام قبول کر لیا۔

(۱۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سر کے اور ڈاڑھی کے بال غیر مناسب طریقہ سے بڑھے ہوئے تھے حضور علیہ السلام نے اسے ہدایت کی کہ مناسب حد تک بال ترشوا کر آئے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ شخص مسجد میں واپس آیا تو اس کے بال ترشے ہوئے تھے اور سر میں کنگھی کر رکھی تھی داڑھی مناسب طریقے سے ترشی ہوئی تھی۔ نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اسے دیکھ کر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس ڈراؤنی شکل سے جو تم نے بنا رکھی تھی اب اچھے نہیں لگتے۔

ایک اور موقعہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص پھٹے پُرانے کپڑے پہن کر آیا ہے اور ایسے لگتا تھا کہ اس کی حالت زار ہے۔ حضورؐ نے استفسار فرمایا تو کہنے لگا یا رسول اللہؐ یہ نہیں کہ مَیں بہت غریب ہوں۔ مَیں کھاتا پیتا ہوں اور اپنا سب کچھ خیرات میں دے دیتا ہوں اور خود تنگی و ترشی سے گزارہ کر کے اس حالت میں رہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں ایسے نہیں کیونکہ اللہ نے اپنے بندے پر جو احسانات کئے ہیں وہ اسکی کیفیت دیکھنا چاہتا ہے اور اللہ نے اپنے بندے کو جو سہولتیں اور نعمتیں عطا کی ہیں ان کی عکاسی وہ اپنے بندے میں دیکھنا چاہتا ہے۔

تمام جماعتوں میں مجالس انصار اللہ کا قیام ضروری ہے

حضرت اقدس المصلح الموعودؓ کا ارشاد ہے کہ:-

"اگر کوئی شخص ایسا ہے جو چالیس سال یا اوپر کی عمر رکھتا ہے مگر انصار اللہ کی مجلس میں شامل نہیں ہوا تو اس نے بھی ایک قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے میں نے .... جماعت کی اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا تھا کہ اگر وہ خدام الاحمدیہ یا دوسری مجالس میں شامل نہ ہوئے تو ان کا میرے ساتھ تعلق نہیں رہیگا۔ اور انہیں جماعت سے الگ سمجھا جائیگا۔"

(الفضل ۱۲ر ستمبر ۱۹۴۱ء)

پس جماعت کی تمام ذیلی تنظیموں کی کارکردگی کی نگرانی، ان کی راہنمائی اور افراد جماعت کی تعلیم و تربیت کے لئے تمام جماعتوں میں مجالس انصار اللہ کا قیام بہت ضروری ہے۔ جب کہ مرکزی ریکارڈ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی بہت سی جماعتیں ایسی بھی ہیں جن میں ابھی تک اس اہم ترین تنظیم کا قیام عمل میں نہیں لایا گیا ہے۔ لہذا ایسی تمام جماعتوں کے امراء و صدر صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ فوری طور پر اس جانب توجہ دیں اور اپنی جماعت میں مجلس انصار اللہ کا قیام کر کے مرکزی دفتر کو مطلع کریں۔ اس سلسلہ میں حصول راہنمائی کی غرض سے دفتر انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے تمام جماعتوں کو متعلقہ قواعد وضوابط اور فارم بھجوائے جا رہے ہیں۔ جماعتیں اس تعلق سے وقتاً فوقتاً آنے والے مرکزی نمائندگان اور انسپکٹران سے بھی تعاون حاصل کر سکتی ہیں۔

اسی طرح جن جماعتوں میں پہلے سے ہی یہ تنظیم قائم ہے اُن مجالس کے زعماء سے درخواست ہے کہ وہ مرکز میں اپنی ماہوار کارگذاری اور مجلس کے چندوں کی بروقت ترسیل کا بھی التزام کریں۔ اللہ تعالےٰ جملہ عہدیداران اور اراکین مجلس کو بیش از بیش مقبول خدمات سلسلہ بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی جناب سے اس کا اجر جزیل عطا کرے۔ آمین

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان

غلبۂ اسلام کا عظیم الشان منصوبہ صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ مومنین کو بار بار انفاق فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلاتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کرام اس کی تائید فرماتے چلے آئے ہیں۔ اور جماعت میں مختلف مالی تحریکات جاری رہتی ہیں۔ غلبۂ اسلام کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ الودود نے صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ کی عظیم تحریک کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:-

"قربانیاں آپ نے دینی ہیں۔ آسمان سے فرشتوں نے اُتر کر یہ کام نہیں کرنا۔ اسلام کے غلبہ۔ اسلام کی فتح کا بیج تو بو دیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ بیج اپنی نشوونما کے لئے ہماری جانیں مانگے تو ہمیں اپنی جان قربان کر دینی چاہئیے اگر ہم سے یہ مطالبہ ہو کہ تمہارے روپے کی ضرورت ہے۔ تو ہمیں اپنے اموال پیش کرنے چاہئیے۔" (بدر ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۵ء)

پس ہر احمدی مخلص کا فرض ہے کہ وہ حضور کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اپنی قربانی کے معیار کو بلند اور قابل رشک بنائے اور اپنے وعدے کی مقررہ اقساط کے مطابق ادائیگی کر کے خدا تعالےٰ کے فضلوں اور انعامات کا وارث بنے اور جن مخلصین جماعت نے تاحال اس عظیم الشان منصوبہ میں حصّہ نہیں لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کو بھی اس مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

ہفتہ مال... مجالس خدام الاحمدیہ بھارت

سال نو کے آغاز پر اپنی نیک خواہشات اور دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے مَیں جملہ مجالس خدام الاحمدیہ بھارت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت اقدس المصلح الموعودؓ کے منشاء مبارک کی تعمیل میں ایک نئے جوش و ولولہ کے ساتھ میدان عمل میں اُتریں اور مجلس خدام الاحمدیہ کے لائحہ عمل کے مطابق یکم فروری تا ۷ر فروری بمطابق یکم تبلیغ تا ۷ر تبلیغ "ہفتہ مال" منائیں جس میں مندرجہ ذیل امور کی جانب خصوصی توجہ دی جائے۔

۱- تربیتی اجلاسات کے ذریعہ خدام کو ان کی دیگر ذمہ واریوں کے علاوہ مالی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی جائے۔

۲- سست رو خدام کو مناسب رنگ میں سمجھانے کے لئے عہدیدارانِ مجلس وفد کی صورت میں اُن کے گھروں پر جائیں۔

۳- "مجلس" اور "اجتماع" کے چندوں میں بقایا دار خدام سے وصولی کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

۴- بعد تشخیص بجٹ مرکز میں بھجوائے جائیں۔

۵- اس دوران تجنید کے کام کی طرف بھی خاص طور سے توجہ دی جائے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مجالس کو اپنی اہم ذمہ داریوں سے بہتر رنگ میں عہدہ برآنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

درخواستِ دُعا

خاکسار کے خسر مکرم عبدالرحمٰن صاحب ملک آف بھدرواہ کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں ان کی کامل شفایابی اور درازی عمر کے لئے نیز خود اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی صحت وسلامتی اور درازی عمر کے لئے تمام قارئین بدر سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ خاکسار۔ عبدالسلام ناصر قادیان۔

نہ بجٹ، زر چندہ اور دیگر انتظامی امور کے بارہ میں منیجر بدر سے اور مضامین سے متعلق امور کیلئے ایڈیٹر بدر سے خط وکتابت فرمائیں۔
(ایڈیٹر بدر)

ضروری اعلان

حضرت [illegible] نے [illegible] ۱۹۹۰ء [illegible] انصار اللہ [illegible] کے سالانہ اجتماع [illegible] مستقبل کے لئے ایک عظیم الشان تاریخی [illegible] پروگرام جماعت کے سامنے پیش فرمایا۔ [illegible] پروگرام میں جماعت کو جہاں روحانی طور پر [illegible] اور کتاب کی تعلیم [illegible] دینی و دنیوی علوم کے حاصل کرنے کی طرف [illegible] سے توجہ دلائی۔ حضور پرنور نے اس پروگرام کو اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ غلبۂ اسلام کی [illegible] صرف دس سال کا عرصہ باقی ہے۔ اس دس سال میں یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ہمارا کوئی بچہ میٹرک کی تعلیم سے محروم نہ رہے اور جو بچے ذہین نکلیں ان کو آگے پڑھانے کی ذمہ دار جماعت ہے۔ [illegible] کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے جو اتنا بڑا احسان فرمایا ہے کہ ہم غریبوں کے گھروں میں ذہین بچے پیدا کر دیتے ہیں [illegible] سے ہماری جھولیاں بھر دی ہیں ہم ان سے بے اعتنائی کر کے ناشکرے نہ بنیں۔ چنانچہ حضرت اقدس کے اس ارشادِ گرامی کی تعمیل اور [illegible] جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست ہے کہ وہ حضور پرنور کے اس منشاء مبارک کی تکمیل و تعمیل کی جانب خصوصی توجہ فرمائیں۔ [illegible] گزشتہ سال جماعت کے جن بچوں نے میٹرک میں فرسٹ ڈویژن حاصل کرتے ہوئے نمایاں کامیابی حاصل کی ہو ان کے مندرجہ ذیل کوائف سے نظارت تعلیم کو جلد ممکنہ مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ ان ذہین و طباع بچوں کی آئندہ تعلیم کے تعلق میں ضروری کارروائی کی جا سکے:۔

(۱)۔ بچہ کا نام اور اس کے والد اور سرپرست کا مکمل پتہ

(۲)۔ بچہ کے میٹرک میں حاصل کردہ نمبرات مع وضاحت مضامین کی مصدقہ نقل۔

(۳)۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد بچہ کا موجودہ شغل۔ اگر وہ کالج میں تعلیم حاصل کر رہا ہے تو اس کی موجودہ تعلیمی کیفیت کیسی ہے؟

(۴)۔ اگر بچہ نے میٹرک میں فرسٹ ڈویژن حاصل کرنے کے باوجود آئندہ تعلیم ترک کر دی ہے تو اس ترکِ تعلیم کی کیا وجوہات ہیں؟

(۵)۔ بچہ اور بچہ کے والدین کی جماعت کے ساتھ وابستگی اور تعلق کی کیفیت و نوعیت کی ضروری وضاحت۔

اُمید ہے کہ صدر صاحبان جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان مطلوبہ اطلاعات سے نظارت تعلیم کو جلد مطلع فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

ناظر تعلیم قادیان

احمدیہ دار التبلیغ بمبئی کے بارہ میں ضروری اعلان

[illegible] ایک دو روز "الحق" [illegible] جماعت کے امیر [illegible] (مولوی غلام نبی صاحب نیاز) کے نام [illegible] تاکہ ان [illegible] رہائش میں سہولت ہو اور عدم تعارف کی وجہ سے بعض اوقات اگر مبلغ انچارج صاحب کسی دوست کو الحق بلڈنگ میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہ دیں تو انہیں شکوہ نہ ہو ——— جماعت کی طرف سے چونکہ دار التبلیغ میں بجلی، پانی اور صفائی کا انتظام کیا جاتا ہے اور ان کے اخراجات ادا ہوتے ہیں اس لئے الحق میں قیام کرنے والے احباب "لوکل فنڈ" میں حسب توفیق و حالات کچھ رقم دے کر جایا کریں۔ تاکہ اخراجات کی ادائیگی میں لوکل عہدیداروں کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

اُمید ہے ناظرین بمبئی جانے والے احباب اس سے تعاون کریں گے۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

درخواستِ دُعا

[illegible] صاحبہ ایک عرصہ سے [illegible] بند ہونے کے سبب تکلیف میں [illegible] ڈاکٹروں نے آپریشن ضروری قرار دیا ہے۔ [illegible] بدن کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ ان کی صحت کاملہ اور خاکسار کی پریشانی [illegible] دُعا کی درخواست ہے۔ (خاکسار محمد کریم الدین شاہد [illegible] مدرسہ احمدیہ قادیان)

قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے

[illegible] حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب [illegible] قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے۔ لیکن تقدیر [illegible] حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ اور دوسرے حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ موجودہ [illegible] میں قادیان میں ٹھہر کر خدمتِ دین بجا لائیں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں۔ اور [illegible] پریشانیوں سے [illegible] حقیقتاً ہم پر درویشوں کا یہ احسان ہے کہ [illegible] کر رہے ہیں۔ پس یہ امداد ہرگز [illegible] خیرات کے [illegible] نہیں [illegible] کا تقاضہ ہے جو شکر اور قدردانی کے [illegible] درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔"

[illegible] کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس مستقل تحریک کی اہمیت کے پیش نظر درویش فنڈ کی مد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کے اموال و نفوس میں غیر معمولی برکت دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

دُعائے مغفرت

خاکسار کے تایا مکرم عبد الغنی صاحب بٹ فالج کے حملہ کے باعث مورخہ ۲۹ [illegible] کو بعمر ۸۷ سال [illegible] میں انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی مغفرت و بلندی درجات کے لئے نیز پسماندگان کے صبر جمیل کی توفیق پانے کے لئے تمام بزرگوں و احباب جماعت کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے۔ خاکسار [illegible] مبارک احمد بٹ [illegible] قادیان

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیہ نفس کرتی ہے

VARIETY CHAPPAL PRODUCTS KANPUR.
MANUFACTURERS & ORDER SUPPLIERS
PHONES :- 52325 / 52686 P.P.

ورائٹی

پائیدار بہترین ڈیزائن پی وی سی سول اور ربڑ شیٹ کے سپیشلسٹ زنانہ و مردانہ چپلوں کا واحد مرکز

مینوفیکچررس اینڈ آرڈر سپلائرز

چپل پیرو ڈکٹس

ہر قسم اور ہر ماڈل کے

موٹر کار، موٹر سائیکل، سکوٹر کی خرید فروخت و تبادلہ کے لئے آٹو ونگس کی خدمات حاصل فرمایئے۔

آٹو ونگس

AUTOWINGS,
32, SECOND MAIN ROAD,
C.I.T. COLONY
MADRAS – 600004.
PHONE. NO. 76360.

REGD. NO. P/GDP. 3. PHONE NO. 35.

THE WEEKLY BADR QADIAN 143516

SIRAT-UN-NABI NUMBER

حقیقتِ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عرشِ ربِّ کریم ہے

ملفوظات حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"قرآن کریم نے مقامِ محمدیت یعنی مذکورہ منفرد مقام کو مختلف طریقوں اور مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے چنانچہ ہم عاجز بندوں کو تصویری زبان میں مقامِ محمدیت کی عظمت کے سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے نوازا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "مقامِ محمدیت" "مقام خاتم النبیین" اور اس نسبت سے دوسرے انبیاء کے ساتھ آپ کا تعلق بڑی وضاحت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس کو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے تفسیر صغیر کے نوٹوں میں بھی بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ "معراج" میں مقام محمدیت کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اور اس کی اُمتِ مسلمہ کے سامنے یہ تصویر رکھی گئی ہے کہ اہلِ زمین جو نبی نہیں عوام ہیں (اور اُمتِ محمدیہ کے فرد ہوں یا دیگر تمام بنی نوعِ انسان ہوں، ان کو ہم کہیں گے کہ وہ اہلِ زمین ہیں۔ یعنی زمین میں بسنے والے انسان ہیں) اور جنہیں روحانی رفعت کا وہ مقام حاصل نہیں جسے ہم رسالت کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ آپ نے گویا اہلِ زمین کو فرمایا کہ اپنے زمینی مقام سے اُوپر نگاہ کرو۔ تمہیں پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام نظر آئیں گے۔ تمہیں دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام نظر آئیں گے۔ (واضح رہے کہ ہر آسمان پر ایک ایک یا دو دو کا گروہ علامت کے طور پر ہے۔ یعنی وہ سارا گروہ جو حضرت آدم علیہ السلام کا مقام رکھتا ہے اُن کے لئے پہلا آسمان ہے۔ جن کی روحانی رفعت حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے ساتھ نسبت رکھتی ہے اُن کے لئے دوسرا آسمان ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس) تمہیں تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئیں گے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام نظر آئیں گے۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نظر آئیں گے۔ چھٹے آسمان پر صاحبِ شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے۔ اور ساتویں آسمان پر غیر تشریعی نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئیں گے اور ان سے بھی اُوپر یعنی عرشِ ربِّ کریم پر حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ گویا حقیقتِ معراج میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عرشِ ربِّ کریم ہے۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا جو تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے آپ اُس نے اپنے نہایت ہی پیارے مظہرِ اتم الوہیت کو اپنی دائیں طرف بٹھایا۔ یہ ہے مقامِ ختمِ نبوت جو حقیقتِ معراج میں تصویری زبان میں بتایا گیا ہے۔ جسے ایک عام انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ .... یہ شرف آپ کے مقام کے لحاظ سے اور اُس محبت کی وجہ سے ہے جو آپ کو اپنے خدا سے تھی۔ اور اس پیار کی وجہ سے جس سے آپ کو نوازا گیا تھا۔ یہ ہے وہ مقامِ ختمِ نبوت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء بمقام ربوہ)